میراثِ عقل اور وحیِ الٰہی

حجۃ الاسلام علامہ طالب جوہری مدظلہ

مجموعہ تقاریر عشرہ محرم ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲۰۰۳ء

ناشر

پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

۲۷۹۔ بریٹو روڈ۔ کراچی فون: ۷۲۳۲۳۵۴

ملنے کا پتہ

★

محفوظ بک ایجنسی مارٹن روڈ کراچی

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882
E-mail: anisco@cyber.net.pk

MBA

علامہ طالب جوہری کا پیغام
پاک محرم ایسوسی ایشن کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ کون نہیں جانتا کہ سید الشہدا علیہ السلام کی عزاداری ہمارا ملی تشخص ہے۔ اس عزاداری کی بُنیاد خود آلِ محمد نے رکھی ہے اور ائمہ علیہم السلام اس کی بقا کے لئے کوشاں رہے ہیں۔ اور اپنے آثار و کردار سے اسکی اہمیت کو اُجاگر کرتے رہے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ عزاداری یہ میراث نسلاً بعد نسلٍ ہم تک منتقل ہوتی رہی ہے جس کیلئے ہم خدائے قدوس کے شکرگزار ہیں۔

پاک محرم ایسوسی ایشن نے عزاداریٔ سید الشہدا کے سلسلے میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں اس کے علاوہ تعلیم، تبلیغ اور نشر و اشاعت کے سلسلے میں بھی اس کی خدمات گراں قدر اور قابلِ توجہ ہیں۔ اس ادارے کے اُفق پر پچاس سال کے عرصہ میں دیانتدار، معتبر اور روشن شخصیتوں کے شمس و قمر جگمگاتے رہے ہیں جن میں سے کچھ ہم میں نہ رہے اور آج جو چمک رہے ہیں خدا انہیں تا دیر سلامت رکھے۔ ان میں خصوصیت سے غلام نقی رضوی صاحب وہ بزرگ ہیں جن کی کم و بیش پُوری زندگی اس ادارے کے انصرام و استحکام میں صرف ہو رہی ہے۔

اس ادارے نے بحمد اللہ اب کے برس اپنے پچاس سال انتہائی کامیابی کے ساتھ پُورے کئے ہیں۔ اسکے تشکر کے طور پر یہ ادارہ یوم تکمیلِ دین کے نام سے ایک مقدس تقریب منعقد کر رہا ہے۔ میں اراکینِ گزشتہ کے بلندیٔ درجات کی دُعا کے ساتھ ساتھ موجودہ اراکین کی توفیقاتِ دینی و دُنیوی کے لیے دُعاگو ہوں کہ انہوں نے عزاداری سے متعلق ادارے کی تقریب کو تکمیلِ دین کے حوالے سے منعقد کرنا چاہا ہے۔ عزاداری کا تکمیلِ دین سے جو رابطہ محکم ہے وہ معصومؑ کے ایک جملے سے نمایاں ہے۔ جب امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ آپ محرم کو اتنی زیادہ اہمیت کیوں دیتے ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: لِئَلّا تنسونہ کما نسیتم الغدیر، ہم اس لیئے اہمیت دیتے ہیں کہ کہیں تم غدیر کی طرح مُحرم کو بھی بھول جاؤ۔

مجھے اُمید ہے کہ یہ ادارہ ترقی کے مراحل طے کرتا رہے گا اور اپنے موجود مشاغل کے ساتھ ساتھ دیگر علمی اور تحقیقی مرحلوں میں بھی اپنے مخصوص انداز سے ملک و ملت کی خدمت انجام دیتا رہے گا۔

[illegible]
۱۵ رجب [illegible]

تقریظ

از الحاج سید غلام نقی رضوی

صدر پاک محرم ایسوسی ایشن (رجسٹرڈ) و

مینیجنگ ٹرسٹی پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم و

آلہ الطیبین الطاہرین۔ اما بعد۔

علامہ طالب جوہری صاحب مدظلہ گزشتہ ۳۰ سال سے ہماری ایسوسی ایشن کی جانب سے منعقدہ عشرہ محرم کی مجالس سے خطاب فرما رہے ہیں اور ہم گزشتہ ۸ سال سے آنجناب کی ان مجالس کو کتابی صورت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں تاکہ سامعین مجالس اور وہ مومنین کرام جو ان مجالس میں شرکت نہ فرما سکے فرصت کے اوقات میں ان کی ورق گردانی فرما کر نفس مضمون سے استفادہ کرسکیں۔

۱۴۲۴ء کی عشرۂ مجالس کے لیے آنجناب نے جس موضوع کا انتخاب کیا، وہ تھا "میراث عقل اور وحی الٰہی" اور تقاریر کے لیے جن آیات کریمہ کو "سرنامہ کلام" قرار دیا وہ تھیں سورۂ بنی اسرائیل کی آیت "۱۵" اور "۱۶"۔

پہلی مجلس کا افتتاح آپ نے ان الفاظ سے فرمایا۔ "عزیزان محترم! آج ۱۴۲۴ھ کے پہلے مہینے کا پہلا دن ہے۔ آج محرم کی پہلی تاریخ ہے۔ یہ موسم عزا ہمارے لیے مراسم کی تجدید کا موسم ہے۔ ہم اس موسم عزا میں اپنی وفاداریوں کے اس عہد کی تجدید کرتے ہیں جو ہم نے رسول اکرمؐ کے خاندان کے ساتھ کیا تھا۔"

آگے جا کر آپ فرماتے ہیں۔

''یہ جو جلوس تم نکالتے ہو اس جلوس سے سجادؑ کے سفر کی اہمیت کو سمجھو۔ دیکھو کوفہ سے جو قافلہ چلا ہے وہ عراق کے شمالی علاقے میں گیا۔ پھر وہاں سے قادسیہ کے جنوبی علاقے میں گیا وہاں سے بعلبک گیا۔ بعلبک سے عراق گیا۔ عراق سے دمشق گیا۔ کتنا لمبا راستہ ہے۔ تو سب تو ناقوں پر سوار تھے یہ اکیلا تھا جو پیادہ جارہا تھا، یہ اکیلا تھا جو پابرہنہ جارہا تھا۔ اتنی مصیبتیں، سجاد! ان مصیبتوں پر صبر کرو۔ کہا: ہاں اپنے اوپر تو برداشت کروں گا لیکن میراث عقل اور وحی الٰہی پر حملہ نہیں ہونے دوں گا۔

مجلس بعدِ مجلس آپ نے اس موضوع پر آیات قرانی و احادیث رسول و سیرتِ معصومین پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔

''مجلس نہم'' میں آپ نے ان مجالس کا اختتام یوں فرمایا۔

''بچے نے سوکھی زبان نکالی، یہ وہ وقت تھا جب یزید کے فوجی منہ پھیر پھیر کر رو رہے تھے۔ فوجِ یزید میں بھگدڑ مچ گئی۔ لوگ چیخیں مار مار کے رو رہے تھے۔ اتنے میں پسرِ سعد نے کہا: حرملہ دیکھتا کیا ہے حسینؑ کی بات کو قطع کر دے۔

حرملہ نے کمان میں تیر جوڑا اور اب میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ تیر آیا اور بچہ امامؑ کے ہاتھوں پر اُلٹ گیا...... ماتم کرو اس لیے کہ جب تم ماتم کرتے ہو تو اس کی چوٹ یزید کے سینے پر پڑتی ہے۔

حسینؑ اصغر کی لاش کو لیے ہوئے چلے۔ بڑی نازک منزل ہے۔ حسینؑ امام بھی ہیں، حسینؑ باپ بھی ہیں۔ باپ روک رہا ہے حسینؑ کو کہ ماں تک لاشے کو کیسے لے جاؤ گے۔ امامت کہہ رہی ہے حسینؑ سے کہ لاشے کو لے کر جاؤ.....

سات مرتبہ حسینؑ آگے بڑھے، سات مرتبہ پیچھے ہٹے۔

رضاً بقضائه و تسلیماً لامره اناللّٰه وانااليه راجعون۔ ایک مرتبہ حسینؑ نے دل کو مضبوط کیا۔ رباب کے خیمے پہ آئے۔ کہا: رباب میں کون ہوں۔

کہا: آپ امام ہیں آپ میرے شوہر ہیں۔

کہا: رباب اگر میں کچھ کہوں گا تو مانو گی۔

کہا: ہاں مانوں گی۔

ایک مرتبہ عبا کا دامن اُلٹ دیا۔ رباب تیرے بچے کو پانی نہ پلا سکا۔ تیرے بچے کو تیر نے چھید دیا۔

ان تقاریر کو ہم آپ کی خدمت میں کتابی صورت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں اور دست بہ دعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو اور فروغ عزاداری کے سلسلے میں ہماری خدمات کو قبول فرماتے ہوئے ہمیں ائمہ معصومین کے قرب جوار میں جگہ عطا فرمائے۔

ہم ادارہ محفوظ بک ایجنسی کے ممنون ہیں جنہوں نے اس کتاب کو مرتب کرنے اور شائع کرنے میں ہم سے تعاون فرمایا۔

ہم مزید دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ علامہ طالب جوہری مدظلہ کو صحت مند رکھے۔ ان کے علم میں مزید اضافہ فرمائے اور طویل عمر عطا فرمائے تاکہ وہ تادیر منبر رسول کی خدمت اسی انداز میں فرماتے رہیں۔ آمین۔

احقر العباد

ذکی [illegible]

سرنامۂ کلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا
يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَ
مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ وَاِذَآ
اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا
فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾

سورۂ بنی اسرائیل آیۃ ۱۵، ۱۶

خُدا کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔
جو شخص رُوبراہ ہوتا ہے تو بس اَپنے فائدے کیلئے راہ پر آتا ہے
اور جو شخص گُمراہ ہوتا ہے تو اُس نے بھٹک کر اپنا آپ بگاڑا اور
کوئی شخص کِسی دوسرے (کے گُناہ) کا بوجھ اپنے سر نہیں لے گا
اور ہم تو جب تک رُسول کو بھیج کر اتمام حجّت نہ کرلیں کِسی پر
عذاب نہیں کیا کرتے اور ہم کو جب کسی بستی کا ویران کرنا منظور
ہوتا ہے تو ہم وہاں کے خوشحالوں کو (اطاعت کا) حکم دیتے ہیں تو
وہ لوگ اس میں نافرمانیاں کرنے لگے، تب وہ بستی عذاب کی
مستحق ہوگئی اس وقت ہم نے اسے اچھی طرح تباہ و برباد کردیا۔

مجلس اوّل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾

عزیزانِ محترم! آج ۱۴۲۴ھ کے پہلے مہینے کا پہلا دن ہے۔ آج محرم کی پہلی تاریخ ہے۔ یہ موسم عزا ہمارے مراسم کی تجدید کا موسم ہے۔ ہم اس موسم عزا میں اپنی وفاداریوں کے اس عہد کی تجدید کرتے ہیں جو ہم نے رسول اکرمؐ کے خاندان کے ساتھ کیا تھا۔

ہم نے اپنے نبیؐ کے خاندان کے ساتھ وفاداری کا جو وعدہ کیا تھا اس وفاداری کی تجدید اس موسم عزاء میں کرتے ہیں۔ یہ دن جس میں ہم اور آپ جمع ہیں۔ یہ عزا خانوں کی بہار کے دن ہیں۔ آج نہ معلوم کتنے علاقوں میں علم نصب ہوگئے۔ نہ معلوم کتنے گھروں سے نوحہ و ماتم کی صدائیں بلند ہورہی ہیں۔ یہ کربلا والوں سے وفاداری کی تجدید کا دن ہے۔ تمہیں یقیناً یہ معلوم ہوگا کہ کربلا ایک ایسا شہر ہے جسے کسی بادشاہ یا

حکمران نے نہیں بسایا۔ کربلا کسی بادشاہ یا کسی حکمران کا بسایا ہوا شہر نہیں ہے۔

ماضی میں، پرانے زمانے میں بادشاہ شہروں کو بسایا کرتے تھے، حکمران شہروں کو بسایا کرتے تھے اور خصوصیت کے ساتھ جب شہر بسایا کرتے تھے تو اس بات خیال رکھا جاتا تھا کہ وہ شہر تجارتی قافلوں کی عام شاہراہ پر واقع ہو۔ یا ایسی جگہ شہر بسایا جائے جو فوجی یا عسکری نوعیت کا ہو۔ یا ایسے علاقے میں شہر بسایا جائے جہاں سے معدنیات نکالی جاسکیں لیکن عجیب بات ہے کہ یہ وہ شہر ہے جو نہ تجارتی شاہراہ پر بسایا گیا نہ کسی بادشاہ نے بسایا، نہ کسی حکومت نے بسایا۔ بس ایک دن بسا ایک دن اجڑ گیا۔

اسے کسی بادشاہ نے نہیں بسایا اس کے برعکس بادشاہوں نے کربلا کو مٹانے کی کوشش کی۔ کربلا کے واقعہ کو چودہ صدیاں گزر گئیں۔ اور چودہ صدیوں میں کربلا کو چودہ مرتبہ نیست و نابود کیا گیا۔ جاؤ تاریخیں اٹھا کر دیکھو۔ یہ مسلمانوں کی تاریخ ہے۔ اور پھر ہر مرتبہ تاریخ نے یہ دیکھا کہ شہر تباہ ہوگیا۔ آبادیاں ہلاک ہوگئیں لیکن جب دوبارہ آباد ہوا تو پہلے سے بڑھ کر بارونق تھا......

تو بادشاہوں کو کد کیا تھی ؟ ..... بادشاہوں کی ضد کیا تھی کہ کربلا آباد نہ ہونے پائے۔ تو ضد یہ تھی کہ اگر کربلا آباد رہے گی تو عزاداری کی مرکزیت قائم رہے گی۔ اور عزاداری سے کد یہ تھی کہ عزاداری انسان کو جینا سکھاتی ہے۔ حسینؑ کا غم انسان کو ظالم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جینا سکھلاتا ہے۔ میں کیسے عرض کروں کہ کربلا شعور زندگی کا نام ہے۔ کربلا صبر کا نام ہے، کربلا استقامت کا نام ہے۔ جب بھی کربلا کا تذکرہ آئے گا، کربلا والوں کا تذکرہ آئے گا، ذہن انسانی میں یہ فلسفہ بیدار ہوگا کہ اگر ظالم سے ٹکرانا ہے تو سر کاٹ کر فتح نہیں حاصل کرنی، سر کٹوا کر فتح مند ہونا ہے۔

یہ جلوس، یہ علم، یہ تعزیے، یہ ذوالجناح، یہ عماریاں، یہ تابوت، یہ سب علامتیں ہیں کہ حسینؑ کے نصب العین کو سمجھو۔ یعنی ہم ان ایام میں اس پورے واقعہ کو مجسم کرکے سامنے رکھتے ہیں تاکہ نئی نسل کربلا سے آگاہ ہو۔ اور دوسروں کو آگاہ کرے اور اگر یہ

جلوس نہ ہوتے تو آج کوئی سجادؑ کے سفر کی اہمیت کو سمجھ نہیں سکتا تھا۔ یہ شہزادہ ۳۸ھ میں پیدا ہوا اور ۶۱ھ میں یہ شہزادہ بھرپور جوان تھا اور جیسے علی اکبرؑ شبیہ رسولؐ تھے ویسے سجادؑ شبیہ علیؑ تھے۔ انہیں دیکھ کر لوگ علیؑ کو یاد کیا کرتے تھے۔

نومحرم کی شام کو حسینؑ کے کسی دوست نے سید سجادؑ سے کہا کہ شہزادے تمہیں معلوم ہے کہ یہ ساری فوجیں کیوں جمع ہوئی ہیں۔ کہا: تم بتلاؤ۔

کہا: یہ سب آپ کے باپ کے خون کے پیاسے ہیں۔

یہ سننا تھا کہ سجادؑ نے انگڑائی لی اور کہا: میری زندگی میں کسی کی مجال ہے کہ میرے باپ تک پہنچ جائے۔ یہ کہہ کر سجادؑ خیمے میں آئے۔ دوش پر عبا ڈالی، تلوار لی، باہر نکلے، گھوڑے پر سوار ہوئے اور گھوڑے کو میدان میں کاوا دینا شروع کیا۔ لوگ دوڑے ہوئے حسینؑ کے پاس آئے کہ مولا آج سید سجادؑ عجب شان سے کاوا دے رہے ہیں، ایسا لگ رہا ہے جیسے خیبر میں علیؑ جا رہے ہوں۔

حسینؑ نے کہا! میرے سجادؑ کو بلاؤ...... سجادؑ آئے۔

کہا: بیٹا سواری سے اتر آ اور اب خیمے میں چلا جا۔ اب جو سجادؑ خیمے میں داخل ہوئے پھر نکلے نہیں۔ صرف ایک مرتبہ نکلے جب حسینؑ نے آواز دی۔

ھل من ناصر ینصرنا ۔ ھل من مغیث یغیثنا۔ ھل من ذاب یذب عن حرم رسول اللّٰہ ۔ ہے کوئی ہماری آواز پر لبیک کہنے والا۔

دیکھنے والوں نے دیکھا کہ ایک بیمار جوان ایک تلوار لئے ہوئے باہر نکلا۔ اور کمزوری اتنی تھی کہ تلوار زمین پر خط دیتی جارہی تھی۔ ام کلثومؑ نے رُکا تو رو کر کہنے لگے: پھوپھی جان آپ نے سنا نہیں میرا بابا اکیلا ہے، مدد کے لئے پکار رہا ہے۔ حسینؑ نے سجادؑ کو گود میں لے کر خیمے میں پہنچایا۔ اب پھر سجادؑ غش میں چلے گئے اور اب اس وقت نکلے ہیں جب بی بی انہیں نکال کر لائی ہے۔ یہ ایام اسی لئے ہیں کہ ان واقعات کو ذہنوں کے اندر تازہ کیا جائے۔ جب کہا ہے کہ بیٹے خیمے میں جاؤ تو سید سجادؑ غشی کے

عالم میں رہے اور وقفے وقفے سے ان کی آنکھ کھلتی رہی۔

شب عاشور سجادؑ کی آنکھ کھلی۔ ان کے کانوں میں اصحاب حسینؑ کی عبادت کی آوازیں آئیں۔ عاشور کی شب اصحاب کے خیمے حسینؑ کے خیموں کے قریب آ گئے تھے۔
سجادؑ کے کانوں میں جب آوازیں آئیں تو کہا: پھوپھی اماں میرے بابا کو بلائیں۔

حسینؑ آئے کہا: بیٹے کیا بات ہے؟

کہا: بابا! یہ کیسی آوازیں ہیں۔

کہا: یہ میرے ساتھی عبادت کر رہے ہیں۔

کہا: بابا بس اتنی سی التجا ہے کہ ان خیموں میں میری پھوپھیاں ہیں، میری بہنیں ہیں۔ ان نامحرموں کی آوازیں میری پھوپھیوں کے کانوں میں جائیں گی تو بابا ان خیموں کو دور کر دیں۔

حسینؑ نے رو کے کہا: سجادؑ آج کی رات ایسے ہی رہنے دو۔ کل کی رات میں تمہیں اختیار ہوگا۔

یہ وہی رات ہے کہ جب خیمے جل گئے تو اس بیمار نے پوری رات سجدہ شکر میں گزاری۔ پروردگار! تیرا شکر ہے، مالک! تیرا شکر ہے اور جب گیارہ محرم کا دن آیا، قافلہ چلا تو پکارنے والے پکار رہے تھے۔

تماشا دیکھنے والو! تماشا دیکھو حرم رسولؐ کا۔

ایسا غیرت دار امام تاریخ امامت میں نہیں گزرا۔

یہ جو جلوس تم نکالتے ہو اس جلوس سے سجادؑ کے سفر کی اہمیت کو سمجھو۔ دیکھو کوفہ سے جو قافلہ چلا ہے وہ عراق کے شمالی علاقے میں گیا۔ پھر وہاں سے قادسیہ کے جنوبی علاقے میں گیا وہاں سے بعلبک گیا۔ بعلبک سے عراق گیا۔ عراق سے دمشق گیا۔ کتنا لمبا راستہ ہے۔ تو سب توناقوں پر سوار تھے یہ اکیلا تھا جو پیادہ جا رہا تھا، یہ اکیلا تھا جو پابرہنہ جا رہا تھا۔ اتنی مصیبتیں، سجاد ان مصیبتوں پر صبر کرو کہا: ہاں اپنے اوپر تو برداشت کروں گا لیکن

میراث عقل اور وحی الٰہی پر حملہ نہیں ہونے دوں گا۔ ہم اپنے موضوع سے متصل ہوئے۔ ''میراث عقل اور وحی الٰہی''۔

ہم نے اسی عنوان کے لئے سورہ بنی اسرائیل کی دو مسلسل آیتوں کی تلاوت کا شرف حاصل کیا۔ سورہ بنی اسرائیل قرآن مجید کا سترھواں سورہ ہے اور وہ آیات جن کی تلاوت کا شرف حاصل کیا گیا ان کے نشانات پندرہ اور سولہ ہیں۔ ارشاد فرمایا۔ عجیب وغریب پیغام ہے پروردگار کا۔

من اھتدیٰ فانّما یھتدی لنفسہ یاد رکھو کہ جو شخص بھی ہدایت پر آجائے تو ہدایت پر آنے کا فائدہ صرف اسی کو ہوگا۔

ومن ضلّ فانما یضل علیھا اور جو گمراہ ہوجائے تو گمراہی کا نقصان صرف اسی کو ہوگا کسی اور کو نہیں ہوگا۔

ولا تزرو وازرۃ وزراخریٰ اور دنیا کا کوئی بوجھ اٹھانے والے دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا اور ہم اس وقت تک عذاب نازل نہیں کرتے جب تک اس قوم میں رسول کو نہ بھیج لیں۔

واذا اردنا ان نھلک قریۃً اور اگر ہم کسی بستی کو تباہ کرنے کا ارادہ کرلیں تو ہم کیا کرتے ہیں؟

امرنا مترفیھا تو ہم اس بستی کے سرمایہ داروں کو اور بڑے لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ دیکھنا یہ قرآن مجید نے مزاج انسانی سے کتنے قریب ہوکر گفتگو کی ہے۔

جب ہم کسی بستی کو تباہ کرنے کا ارادہ کرلیں تو اس بستی کے سرمایہ داروں اور بڑے لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں۔

ففسقو افیھا تو وہ ردعمل کے طور پر ہمارے حکم کو نہیں مانتے اور فسق فجور کرتے ہیں۔

یہ مزاج انسانی ہے کہ حکم خدا کے خلاف فسق وفجور ہو۔ تو جب وہ فسق وفجور کرتے ہیں۔

فحق علیها القول تو ہمارا قول ان پر مسلط ہو جاتا ہے فدمرنها تدمیرًا اور ہم بستی کو ہلاک کردیتے ہیں۔ تو کوئی بستی والا ناز نہ کرے۔

آج تمہیدی گفتگو ہے۔

من اهتدیٰ فانما یهتدی لنفسه دیکھو تم اگر ہدایت پاؤ گے تو اس کا فائدہ صرف تم کو ہوگا کسی اور کو نہیں ہوگا اور اگر کوئی انسان گمراہ ہوگیا تو اس کی گمراہی کا نقصان اسے ہوگا، کسی اور کو نہیں ہوگا تو اب جب فائدہ ہدایت میں ہے اور نقصان گمراہی میں ہے تو تمہاری عقل کا فیصلہ کیا ہے کہ فائدہ کی طرف جانا چاہیئے یا نقصان کی طرف؟

ذرا موضوع کی تمہیدیں استوار ہوجائیں پھر میں آہستہ آہستہ آگے بڑھنے کی کوشش کروں گا۔ تو اب اپنی عقل سے فیصلہ کرو کہ تمہیں فائدے کی طرف جانا ہے یا نقصان کی طرف۔ عقل پر بعد میں بات کریں گے۔ دیکھو اللہ نے تمہیں جو جذبے دیئے ہیں وہ جذبے بھی میراث آدمؑ ہیں۔ وہ جذبے آدمؑ سے میراث میں ملے ہیں۔

پہلا جذبہ۔ اپنی ذات سے محبت، اپنی نسل سے محبت، اپنی ذات کی بقاء، اپنی نسل کی بقاء اپنے مال و دولت کی بقاء، اپنی املاک کی بقاء۔ یہ پہلا جذبہ ہے، جذبہ حُبّ ذات، اپنی دولت، اپنی اولاد، اپنی ملکیت اپنی ذات یہ ایک جذبہ ہے۔

دوسرا جذبہ۔ جذبہ تَفَوُّق۔ ہمارا نام بلند ہو، ہمارا نام دنیا میں باقی رہے، ہماری عزت رہے۔

تیسرا جذبہ۔ جذبہ محبت۔ میں دوسروں سے محبت کروں، دوسرے مجھ سے محبت کریں۔

پوری دنیا ان جذبوں پر متفق ہے کہ انسانوں میں یہ جذبے پائے جاتے ہیں۔ لیکن سب سے اہم جذبہ جو ہے وہ ہے جذبہ تجسس کائنات کہ کائنات میں جو بھی چیز ہے اسے معلوم کریں۔ اور اس پر قابو پانے کی کوشش کریں۔ اگر جذبہ تجسس کائنات میں کامیاب ہوگئے۔ اور تسخیر کائنات کرلی تو تم ایک کامیاب انسان ہو۔ تو یہ چاروں جذبے انسان پر حکمرانی کررہے ہیں۔ بات سطح عمومی سے ذرا سی بلند ہوگئی ہے مگر مشکل باتیں اگر

تم سے نہ کہوں تو کس سے جا کر کہوں؟ تو چار جذبے ہوئے۔

جذبہ حُبِّ ذات، جذبہ تفوّق، جذبہ محبت اور جذبہ تسخیر کائنات۔

اگر یہ سارے جذبے بے لگام ہو جائیں تو ٹکراؤ ہوگا یا نہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہر شے اپنی حد میں رہے۔ یہی سبب ہے کہ پتھر اپنی حد میں ہے۔ جماد اپنی جمادیت سے آگے نہیں گیا۔ درخت اپنی حد میں ہے۔ نبات اپنی نباتیت سے آگے نہیں گیا۔ حیوان اپنی حد میں ہے۔ حیوان اپنی حیوانیت سے آگے نہیں گیا۔ خود حیوانوں میں ہر قسم اپنی حد میں ہے۔ یعنی میں کہنا یہ چاہ رہا ہوں کہ شہد کی مکھی جالا نہیں بنتی اور مکڑی شہد نہیں بناتی۔

تو کائنات کا ہر وجود اپنی حد میں ہے۔ پتھر، درخت بننے کی کوشش نہیں کرتا۔ درخت جانور بننے کی کوشش نہیں کرتا۔ ایک جانور دوسرے جانور کی خصلت کو نہیں اپناتا۔ عجیب بات ہے پروردگار نے آواز دی۔ سورہ یٰسین۔

والشمس تجری لمستقر لها ذالک تقدیر العزیز العلیم o والقمر قدرنہُ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم o لاالشمس ینبغی لها ان تدرک القمر ولاالیل سابق النهار ط و کل فی فلک یسبحون۔

(آیات ۳۸ تا ۴۰)

سورج اس راستے پر چل رہا ہے جو ہم نے اس کے لئے مقرر کیا ہے۔ **ذالک تقدیر العزیز العلیم** یہ ہمارا مقرر کیا ہوا راستہ ہے۔ جس پر سورج چل رہا ہے۔ **والقمر قدرناہ منازل** اور اس چاند کو بھی ہم نے آزاد نہیں چھوڑا۔

قدرنا ہم نے اس کی بھی تقدیر معین کر دی۔ یہ خشک ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے۔ **قدّرنا** یہ ہم نے معین کیا ہے

لاالشمس ینبغی لها ان تدرک القمر۔ مجال ہے سورج کی کہ وہ چاند کو جا کر چھو لے۔ اور مجال ہے رات کی کہ وہ دن کو مس کر لے۔

و کل فی فلک یسبحون۔ ہم نے جس کے لئے جو راستہ معیّن کردیا ہے، ہم نے جس کے لئے جو مدار معین کردیا ہے وہ اس مدار سے ہٹ نہیں سکتا۔ قدرنا۔ تو ساری کائنات قدرنا۔ ہم نے مقرر کردیئے ان کے راستے۔

اور اب انا ھدیناہ السبیل (سورہ انسان آیت ۳) ہم نے اسے دونوں راستے دکھلادیئے۔

تو جہاں ''قدر نا'' ہے۔ وہاں کائنات ہے اور جہاں ''ھدینا'' ہے وہاں انسان ہے۔ سمجھے ''قدرنا'' اور ''ھدینا'' کا فرق۔

ذرا سا مرحلہ فکر مشکل تھا لیکن میں نے کوشش کی کہ آسان الفاظ میں اسے اپنے سننے والوں تک منتقل کروں۔ تو جہاں ''قدرنا'' ہے وہاں پوری کائنات ہے اور جہاں ''ھدینا'' ہے وہاں انسان ہے۔

تو فرق کیا ہے کہ کائنات کے لئے تقدیر معیّن کی اور انسان کو ہدایت کی۔ تو یہ دونوں لفظ دلیل ہیں اس بات کی کہ انسان میں کچھ اضافہ ہے جو دوسری مخلوقات میں نہیں ہے اور اسی اضافہ کا نام ''عقل'' ہے۔ انسان کے لئے ہدایت ہے تو یہ چیز بتلا رہی ہے کہ اس میں کچھ وہ چیز ہے جو دوسروں میں نہیں ہے۔ اور اس چیز کا نام ہے ''عقل''۔ تو جہاں ''عقل'' ہوگی وہاں ''ہدایت'' ہوگی۔

اب مرحلہ آیا ہے کہ تم سے فیصلہ کرواؤں۔ جہاں ''عقل'' ہوگی وہاں ''ہدایت'' ہوگی۔ اور جہاں ''ہدایت'' ہوگی وہاں ''ہادی'' ہوگا۔ تو جہاں ''ہادی'' عقل کی ہدایت کے لئے آئے گا تو کیا ہادی مجنون ہوگا؟

عجیب بات ہے۔ سورہ نون والقلم۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ٥ نٓ والقلم وما یسطرون ٥ ما انت بِنعمۃ ربک بمجنون ٥

ن کی قسم قلم کی قسم۔ جو مستقبل میں لکھا جائے اس کی قسم حبیب تو مجنون نہیں

ہے۔کہا ہوگا کسی نے مجنون۔ یہ تاریخ نبوت پیغمبر ہے۔ میں تمہیں ایک جملہ ہدیہ کرنا چاہ رہا ہوں۔ نٓ والقلم وما یسطرون ٥ ماانت بنعمة ربک بمجنون۔ حبیب تو مجنون نہیں ہے، کسی نے کہا ہوگا میرے نبی کو مجنون۔تو یہ ہے کون؟ اس کا مزاج کیا ہے؟ تو اب ذرا پیچھے چلو جب فرعون کے دربار میں موسیٰؑ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا۔تو فرعون نے کہا۔ ما ارسل الیکم لمجنون(سورہ شعراء آیت ۲۷) یہ جو موسیٰ آیا ہے یہ مجنوں ہے۔تو نبی پر جنون کا الزام لگانے والا جہاں بھی ہو فرعون ہے۔

تم سے بہتر اس بات کو کون سمجھے گا کہ جہاں عقل ہے وہاں جنون نہیں۔ جہاں جنون ہے وہاں عقل نہیں۔تو اب ہم سب باتوں کو عقل سے دیکھ لیں سب کچھ عقل سے غور کرلیں آج متمدن دنیا کا نعرہ یہی ہے کہ ہمارے پاس عقل ہے ہمیں اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔تو ابھی تو ہم نے طے کیا ہے تا کہ ہر چیز کی ایک حد ہے تو عقل کی بھی ایک حد معین ہوگی۔تو سو فیصد عقل پر اعتبار مت کرنا۔سورہ بقرہ قران مجید کا دوسرا سورہ آیت کا نشان ۲۱۶۔

کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم

ہم نے تم پر جنگ کو واجب کردیا۔ہم جانتے ہیں کہ تمہیں جنگ سے نفرت ہے۔ یہ مدینہ کا سورہ ہے سورہ بقرہ اور مدینہ کے لوگ مخاطب ہیں۔ہم نے تم پر جنگ کو واجب کردیا اور ہم جانتے ہیں کہ تمہیں جنگ سے نفرت ہے۔ وَعَسٰی ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم وعسیٰ ان تحبوا شیا وھو شر" لکم واللّٰہ یعلم وانتم لا تعلمون۔

اس بات کو کیوں نہیں سمجھتے کہ جس بات کو تم اچھا سمجھتے ہو ہوسکتا ہے کہ بری ہو۔ (دیکھو وحی الٰہی نے عقل کو کیسی روشنی دکھلائی ہے) ہوسکتا ہے کہ جس چیز سے تمہیں نفرت ہو وہی تمہارے لئے اچھی ہو اور ہوسکتا ہے کہ جس چیز سے تم محبت کرتے ہو وہی تمہارے لئے بُری ہو۔ اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے ہو۔

اس سے زیادہ رسوائی رائے عامہ کی کیا ہوگی ؟ کیا ذلیل کیا ہے پروردگار نے رائے عامہ کو۔ کہ وحی الٰہی کے مقابلے پر تمہاری پسند اور ناپسند کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ رائے عامہ کے چہرے سے نقاب کھینچ لی۔ تمہیں پسند ہے ہوسکتا ہے کہ وہ خراب ہو۔ تمہیں ناپسند ہے ہوسکتا ہے کہ وہ چیز اچھی ہو۔ تو رائے عامہ کو ذلیل کردیا پروردگار عالم نے اور یہ بتایا کہ وحی الٰہی کے مقابلے پر نہ تمہاری پسند کا اعتبار ہے نہ تمہاری ناپسند کا اعتبار ہے۔ ہمیشہ وحی الٰہی پر نظر رکھو۔ اگر حدیبیہ میں قلم دیدے تو اسے مانو، اگر خیبر میں علم دیدے تو اُسے مانو۔

عقل کے مقابلے پر معیار وحی الٰہی ہے۔ اب میں ایک مثال دوں گا قران مجید سے اور یہیں سے بات آگے بڑھ جائے گی۔ ماں باپ انسان کی خلقت کا وسیلہ ہیں۔ حقیقی خالق اللہ۔ خلقت کا وسیلہ والدین۔ یہی سبب ہے کہ اللہ نے والدین کا تذکرہ اپنے ساتھ کیا۔ وقضٰی رَبُّکَ اَلّا تعبدوا الاّ اِیّاہُ۔ اللہ نے فیصلہ کرلیا ہے کہ تم اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کروگے۔ کیا سخت حکم ہے۔

وبالوالدین احسانا۔ لیکن والدین کے ساتھ احسان کروگے۔

فلا تقل لھما اُفٍ۔ اور والدین کے سامنے اُف بھی نہ کرنا۔ (دیکھ رہے ہو تیور)

ولا تنھر ھُما جھڑک کر بات نہ کرنا والدین سے۔

وقل لھما قولاً کریمًا۔ اور جب ان سے بات کرنا، پیار کی بات کرنا، محبت کی بات کرنا، تمہاری خلقت کا وسیلہ ہیں۔

واخفض لھما جناح الذل من الرحمہ۔ اور جب والدین کے سامنے جاؤ تو انتہائی انکسار کے ساتھ اپنے کندھوں کو ان کے سامنے جھکادو۔

یہ سورہ بنی اسرائیل (آیت نمبر ۲۳، ۲۴) اور اب آیت سورہ عنکبوت (آیت ۸) میں بھی ہے اور سورہ لقمان (آیت ۱۵) میں بھی ہے۔

وان جاھداک لیکن اگر تمہارے یہ ماں باپ حکم خدا کے خلاف حکم دیں۔

فلا تطعهما خبردار ان کی اطاعت نہ کرنا۔

اطاعت اس کی جو حکم دے حکم خدا کے مطابق۔ قران کا ایک اصول پیش کررہا ہوں۔ دیکھو اگر ماں باپ حکم خدا کے خلاف تمہیں حکم دیں تو ان کی اطاعت نہ کرو۔ اطاعت اس کی واجب ہوگی جو حکم خدا کے مطابق حکم دے۔ تو اگر اللہ نے قران میں اطاعت اولو الامر کا حکم دے دیا ہے تو اولو الامر لحہ بھر بھی حکم خدا کی نافرمانی نہیں کرے گا۔

دیکھو تم اپنی زندگی کے لئے کتنی محنتیں کرتے ہو۔ اسکول میں پڑھا، کالج میں پڑھا، زندگی بھر ملازمتیں کیں۔ پھر بال بچوں کے لئے؟ بیمار ہیں تو فکر میں پڑے ہیں، ہاسپٹل لے جارہے ہیں، ڈاکٹر سے رجوع کررہے ہیں۔ کتنی محنت کررہے ہو زندگی کے لئے۔ کیا نازک مرحلہ فکر ہے۔ تم محنت کررہے ہو اپنی دنیا کے لئے۔ تم نے کبھی اطاعت کے لئے محنت نہیں کی۔ اس جملہ کو یاد رکھنا۔ فرق کیا ہے دنیا کی محنت میں اور اطاعت کی محنت میں؟ .... اگر دنیا کے لئے محنت کرو۔ اس کا نام جہد ہے اور اگر آخرت کے لئے محنت کرو اس کا نام جہاد ہے۔

اگر دنیا کے لئے محنت کرو اس کا نام ہے جہد، کہتے ہیں ناجدوجہد اور اگر آخرت کے لئے محنت کرو۔ اس کا نام ہے جہاد........ جہاد صرف تلوار اٹھا کر مرنے مارنے کا نام نہیں ہے۔ اس کا نام ہے قِتال۔ فلسفہ جہاد دنیا والوں تک پہنچاؤ تو!

جہاد سمجھو گے؟ .... پیغمبرؐ ایک جنگ سے واپس آرہے ہیں اور مدینہ میں داخل ہورہے ہیں۔ پیغمبر کے ساتھ لشکر اسلام ہے۔ ایک مرتبہ پیغمبرؐ نے لشکر کی طرف رخ کیا اور کہنے لگے۔ **رجعنا من جهاد الاصغر الى جهاد الاكبر** ۔ ہم جہاد اصغر تو کرچکے ہیں اب ہمیں جہاد اکبر کرنا ہے۔ گھبراگئی پوری فوج ۔ یا رسولؐ ابھی تو ہم مشرکوں اور کافروں سے جنگ کرکے آرہے ہیں کیا وہ جہاد اکبر نہیں تھا؟ .... کہا: نہیں، وہ جہاد اصغر تھا۔ کہا: یارسول اللہ پھر جہاد اکبر کیا ہے؟ کہا: **الجهاد بالنفس**۔ نفس کے ساتھ جہاد

کرنا جہاد اکبر ہے...... جہاد اصغر اور اکبر کا فرق سمجھو۔ جہاد اصغر وہ ہے جہاں دشمن کی گردن تک تمہاری تلوار جاسکتی ہے لیکن نفس تک تلوار نہیں آسکتی۔

جہاد کا مطلب سمجھتے ہو۔حق کا قیام،حق پر استقامت یہ ہے جہاد اور عجیب بات یہ ہے۔ کہ پورے قران کو دیکھ ڈالو۔ والذین آمنوا وھاجروا وجا ھدوا۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا۔صرف ہجرت کرنے والا صاحب فضیلت نہیں ہے۔ جب تک جہاد نہ کرے۔

ان جملوں کو دیکھنا اور انہیں قران مجید سے Verify کرنا۔ جہاں ہجرت کا تذکرہ ہے وہیں فوراً بعد جہاد کا تذکرہ ہے یعنی ہجرت تنہا باعث فضیلت نہیں ہے، جب تک جہاد ساتھ میں نہ ہو۔تو اگر ہجرت کرلی تو ہجرت کے بعد بدر ہے، احد ہے، خندق ہے، خیبر ہے۔ اگر ہجرت کرلی اور بدر میں نہ نظر آئے تو ہجرت کا بھی ثواب نہیں ملے گا۔

پہلے ہجرت پھر جہاد۔اگر ہجرت ہو جہاد نہ ہو تو ثواب نہیں ہے۔ پوری تاریخ اسلام میں مدینہ کو راویان حدیث تو مل گئے لیکن مدینہ کے میدان کو علیؑ کے علاوہ کوئی نہ ملا۔مجاہد ایک ملا۔ بدر وہ جنگ ہے ولقد نصر کم اللّٰہ ببدر (آل عمران۔آیت ۱۲۳) اللہ نے بدر میں فرشتے بھیج کر مسلمانوں کی مدد کی۔آیت ہے قران کی ہم نے فرشتے بھیج کر تمہاری مدد کی۔تو بدر کی جنگ میں مسلمانوں کے ساتھ فرشتے بھی لڑرہے تھے۔معلوم ہے بدر میں مشرکین کے کتنے لوگ قتل ہوئے؟ ....ستر۔اور ان میں سے پینتیس کو اکیلے علیؑ نے قتل کیا۔

مسلمانوں کی طرف سے بدر میں تین پارٹیاں ہیں لڑنے والی۔ ایک مسلمان، دوسرے فرشتے، تیسرے علیؑ ۔تو ستر مارے گئے مشرک بدر کے میدان میں اور ان میں سے آدھے علیؑ نے قتل کئے اور آدھے فرشتوں نے اور مسلمانوں نے مل کر قتل کئے۔تو جب معصوم فرشتے علیؑ کا مقابلہ نہ کرسکے .... !!سورہ حج بائیسواں سورہ قران مجید کا۔ یاایھا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم

تفلحون o وجاھدوا فی اللّٰہ حق جہادہ ؕ (آیات ۷۷۔۷۸)۔
اللہ کے بارے میں جہاد کرو۔ جو حق ہے جہاد کرنے کا۔ میرے سننے والے متوجہ نہیں ہوئے۔ آیتیں تو بہت ہیں ایک آیت سنتے جاؤ۔

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللّٰہ وابتغوا الیہ الوسیلہ وجاھدوا فی سبیلہ
اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ فی سبیل اللہ جہاد کرو۔ تو کچھ وہ ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں کچھ وہ ہیں جو اللہ کے بارے میں جہاد کریں۔ جب کچھ لوگ اللہ کے بارے میں جہاد کرکے راستہ بتادیں گے تو کچھ لوگ چلیں گے اس کے راستے میں جہاد کرنے کے لئے ......قران مجید کا بڑا دقیق مرحلہ فکر تھا جہاں میں اپنی گفتگو کو روک رہا ہوں۔

وجاھدوا فی اللّٰہ حق جہادہ۔ جہاد کرو اللہ کے بارے میں اللہ کی راہ میں نہیں۔ جو حق ہے جہاد کرنے کا۔ بھئی حق جہاد کون ادا کرے؟ خیبر میں کہا: علیؑ علم لو جہاد کرو۔ علیؑ نے علم لیا مڑ کر یہ نہیں دیکھا کہ پیچھے لشکر آ بھی رہا ہے نہیں ......ایسا ہو تو حق جہاد ادا کرے۔ جہاد کرنا دشوار ہے چہ جائیکہ انسان حق جہاد کو ادا کرے۔ اور اب سورہ بقرہ میں آواز دی۔ الذین اٰتینھم الکتاب یتلونہ حق تلاوتہ۔ (آیت ۱۲۱) جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جو حق ہے تلاوت کرنے کا۔

وہ منزل تھی حق جہاد کی۔ یہ منزل ہے حق تلاوت کی۔ ہے کوئی دنیا کا ایسا قاری جو کہہ دے کہ میں نے اپنی قراءت میں تلاوت کا حق ادا کردیا؟ ....بھئی تجھے تو قراءت کا طریقہ نہیں معلوم، تجھے تو تلاوت کا سلیقہ نہیں معلوم تو حق تلاوت کیا ادا کرے گا؟

تو حق تلاوت کیسے ادا ہو؟ اور حق تلاوت کو ادا کرنا ہے ....تو اگر زندہ ہو تو آغوش رسالت میں تلاوت کرے اور مرجائے تو نوک نیزہ پر تلاوت کرے۔

بات آ گئی حسینؑ تک۔ یہ ہے حسینؑ حق تلاوت کو ادا کرنے والا۔ حق جہاد کو ادا کرنے والا حسینؑ۔ رسولؐ کی مسجد میں حاکم مدینہ کا قاصد آیا۔ کہ فرزند رسولؐ آپ کو حاکم نے بلایا ہے۔ کہا: جاؤ یہ کہہ دو کہ حسینؑ عبادت میں مشغول ہے فرصت پائے گا تو آئے گا۔

کچھ دیر میں قاصد دوبارہ آیا کہا: فرزند رسول حاکم مدینہ آپ کے انتظار میں ہے۔
حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ حسینؑ کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے کہا: فرزند رسولؐ کچھ معلوم ہے کہ یہ حاکم بار بار آپ کو کیوں بلا رہا ہے۔ کہا کہ ہاں مجھے معلوم ہے۔ (یہ ہے عِلم اِمامت)۔ حاکم شام کا دمشق میں انتقال ہوا۔ یزید اس کی جگہ پر حاکم بنا ہے اور اس نے خط لکھا ہے حاکمِ مدینہ کو کہ حسینؑ سے بیعت لے لی جائے۔
کہا: پھر فرزند رسولؐ آپ کا خیال کیا ہے؟ .... کہا: دیکھوں گا۔
کہا: فرزند رسول میرا مشورہ تو یہ ہے کہ آپ رات کے اندھیرے میں مدینہ سے نکل جائیں۔ کہا: ابن زبیر حسینؑ وہ نہیں ہے جو رات کے اندھیرے میں سفر کر جائے۔
یہ کہہ کر گھر آئے۔ جوانان بنی ہاشم کو لیا۔ حاکم مدینہ کے دربار میں آئے۔ اس نے اٹھ کر تعظیم کی، پہلو میں حسینؑ کو بٹھایا اور کہا: فرزند رسولؐ آپ کو زحمت دی یہ نئے بادشاہ کا خط ہے۔
حسینؑ نے خط کو پڑھا، رکھ دیا۔ حاکم مدینہ کو غور سے دیکھا۔ تھّرا گیا حاکم مدینہ کہنے لگا۔ فرزند رسول میں کیا کروں۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ فرزند رسولؐ میری تو خواہش یہ ہے کہ آپ یزید کی بیعت کرلیں۔ تاریخ نے حسینؑ ابن علیؑ کا جواب لکھا۔
انا البیعت لا تقود فرا۔ یہ پوشیدہ بیعت سے فائدہ کیا ہے۔ دن ہونے دے پھر میں دیکھوں گا کہ ہم دونوں میں خلافت کا مستحق کون ہے۔
یہ کہہ کے حسینؑ اٹھے اور باہر نکلنا چاہا۔ کسی نے مشورہ دیا حاکم کو کہ اگر حسینؑ نکل گئے تو پھر قابو نہیں آئیں گے۔ ابھی بیعت لے لے۔ بس یہ سننا تھا کہ حسینؑ کو جلال آ گیا کہنے لگے: تیری یہ مجال۔ مثلی لا یبایع مثلہ۔ یہ قیامت تک کا اصول ہے کہ مجھ جیسا اس جیسے کی بیعت نہیں کرسکتا۔
حسینؑ کی آواز بلند ہوئی۔ سب سے پہلے بنی ہاشم میں سے جو تیز جوان دربار میں داخل ہوئے ہیں ان کا نام عباسؑ اور اکبرؑ ہے۔ تلواریں کھینچی ہوئی ہیں۔ حسینؑ نے

عباسؑ کے کندھے پر ہاتھ رکھا کہا: بھیا! تلوار کو نیام میں رکھ لو۔ عباسؑ نے سر جھکایا تلوار نیام میں رکھ لی۔ باہر آئے جب گھر کے دروازے پہ پہنچے تو کہا: عباسؑ اب مدینہ رہنے کے قابل نہیں رہا۔ سامان سفر کی تیاری کرو۔

ادھر عباسؑ گئے سامان سفر کی تیاری میں اور ادھر حسینؑ اپنے نانا کی قبر پر آئے رخصت ہونے کے لئے۔ دونوں ہاتھ قبر رسولؐ پر رکھے اور کہا:

السلام علیک یا جدا۔ نانا آپ پر میرا سلام ہو۔ پھر کہنے لگے **یا جدا خذنی الیک**۔ نانا آپ کے مدینے نے بہت ستایا ہے۔ نانا مجھے اپنی قبر میں بلا لیجئے۔ روتے روتے حسینؑ پر نیند طاری ہوئی۔ خواب میں دیکھا۔ رسولؐ آئے ہیں سینے سے لگایا اور کہا: بیٹے ابھی سے پریشان ہے ابھی تو تجھے کربلا جانا ہے۔

حسینؑ کی آنکھیں کھلیں اور یہ کہتے ہوئے اٹھے۔ **انا للّٰہ وانا الیه راجعون۔ رضا بقضائه وتسلیما لامره** یہ کہہ کر قبر رسولؐ کو خدا حافظ کہا اور اب قدم جما جما کے آئے بھائی کی قبر مطہر پر۔ کہا: بھیا حسینؑ کا آخری سلام قبول کرو۔

راوی کہتا ہے کہ میں حسینؑ کے جانے کو دیکھ رہا تھا۔ جب نانا کی قبر پر گئے تو قدم جما جما کے گئے، جب بھائی کی قبر پر گئے تو قدم جما جما کے گئے اور جب ماں کے روضے کی طرف چلے تو اب ویسے دوڑے جیسے بچہ ماں کی گود کی طرف دوڑتا ہے۔

السلام علیک یا اُما۔ اماں حسینؑ کا سلام قبول کرو۔

قبر مطہر سے آواز آئی۔ **وعلیك السلام یا غریب الام**۔ اے ماں کے پیاسے بچے تجھے بھی سلام۔

مجلس دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾

عزیزان محترم! سورہ بنی اسرائیل کی پندرھویں اور سولہویں آیت کے ذیل میں ہم نے جس سلسلہ گفتگو کا آغاز کیا ہے اس کا عنوان ہے ''میراث عقل اور وحی الٰہی''۔ کل گفتگو اس منزل پر رکی تھی کہ پروردگار نے پوری کائنات کے لئے ایک نظام بنایا اور اس کا نام تقدیر رکھا۔

والشمس تجری لمستقرلها ذالک تقدیر العزیز العلیم۔ سورج اپنے معیّن راستے پر جارہا ہے اور مسلسل جاتا رہے گا۔ یہ اللہ کا معین کیا ہوا راستہ ہے۔

و القمر قدر نٰہُ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم۔ اور ہم نے چاند کے لئے بھی ایک راستہ معیّن کیا ہے کہ وہ باریک سے مکمل ہوا اور پھر باریک ہوجائے۔

''قدرنٰہُ'' ہم نے مقدر کیا ہے تو ساری کائنات ''قدرنٰہُ'' اور انسان

اناھدیناہ السبیل اما شاکرا واما کفورا۔ تمہارے پاس ہم نے ہدایت بھیج دی چاہے قبول کرو چاہے رد کردو۔ تو تمہارے پاس فقط تقدیر نہیں ہے، ارادہ بھی ہے اور ایسا ارادہ جو عقل کے ساتھ ہے۔

الہامی کتابیں بہت ہیں۔ کچھ وہ ہیں جن کا قران نے تذکرہ کیا ہے۔ تورات الہامی ہے۔ انجیل الہامی ہے۔ زبور الہامی ہے۔ خود قران سب سے بڑی الہامی کتاب ہے اور کچھ وہ کتابیں ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ الہامی کتابیں ہیں۔ مثلاً ژند کہا جاتا ہے کہ پارسیوں کی الہامی کتاب ہے۔ اوستا کہا جاتا ہے کہ مجوسیوں کی الہامی کتاب ہے۔ وید کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کی الہامی کتاب ہے۔ ساری الہامی کتابیں دیکھ ڈالو۔ کسی کتاب میں عقل انسانی کو مخاطب نہیں کیا گیا سوائے قران کے۔

واوحیٰ ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتاً ومن الشجر ومما یعرشون ○ ثم کلی من کل الثمرات فاسلکی سبل ربک ذللاً ط یخرج من بطونھا شراب مختلف الوانہ فیہ شفا للناس ط ان فی ذالک لایۃ لقوم یتفکرون (سورہ نحل آیات ۶۸۔۶۹)

ہم نے شہد کی مکھی میں نشانی رکھی ہے ان کے لئے جو فکر سے کام لیتے ہیں۔

کہیں آواز دی "**ان فی ذالک لایۃ لقوم یعقلون**"۔ ہم نے نشانی رکھی ہے صاحبان عقل کے لئے۔

کہیں آواز دی۔ "**افلا یتدبرون القران**" یہ لوگ قران میں غور کیوں نہیں کرتے۔ تدبر کرو عقل سے کام لو۔

کہیں ارشاد فرمایا۔ "**اولم یدبر القول**" یہ ہمارا قول سمجھتے کیوں نہیں ہیں۔

تو ساری گفتگو یہ ہے کہ انسان حیوانات سے بلند ایک مخلوق ہے اور اس مخلوق کو فقط اپنے جذبوں کا تابع نہیں رہنا اپنی عقل سے بھی کام لینا ہے۔

انسان میں حیوانیت تو ہے۔ اس لئے انسان چاہے گا کہ وہ جسم کے تقاضوں کو پورا

کرے۔لیکن انسان میں عقل بھی ہے اور عقل وہ ہے کہ جو انسان کو اعلیٰ فضائل کی طرف لے جاتی ہے۔ اعلیٰ اخلاقیات کی طرف لے جاتی ہے۔ میں مثال دے کر واضح کردوں۔ گھوڑا بڑا سمجھ دار جانور ہے، مالک کے اشارے کو پہچانتا ہے۔ اگر مالک پکارے وہ آجائے گا تو گھوڑے کی جبلت ہے پکارنے پر آجائے۔ اور وحشی جانور کی جبلت ہے پکارنے پر بھاگے۔ اب انسان جب آئے گا تو طے کرنا ہوگا۔ پکارنے پر بھاگنا نہیں ہوگا طے کرنا ہوگا کہ آنا اچھا ہے یا بھاگنا اچھا ہے۔

سمجھتے چلو کہ یہ ''میراث عقل'' ہے کیا۔ بڑے نازک مرحلے پر اپنے سننے والوں کو لے کر جانا چاہ رہا ہوں۔ دیکھو جتنے بھی جانور ہیں دنیا میں وہ ضرورت سے زیادہ اپنی غذا جمع نہیں کرتے اور انسان اپنی غذا ضرورت سے زیادہ جمع کرتا ہے۔تو یہیں عقل کا کردار آیا کہ کتنی جمع کرنی ہے کتنی انفاق کردینی ہے۔

امتیازات ہیں نا جانور میں اور انسان میں۔تو ان جملوں کو یاد رکھنا کہ عقل کا کام یہ ہے کہ انسان میں جو حیوانی جذبے پائے جاتے ہیں ،سونے کا جذبہ، جاگنے کا جذبہ، کھانے کا جذبہ، پینے کا جذبہ، محبت کرنے کا جذبہ، غصہ کرنے کا جذبہ، نفرت کرنے کا جذبہ۔ انہیں عقل کنٹرول کرے۔ یہ ہے عقل کا کام ۔ عجیب وغریب روایت ہے کہ **لاعقل لمن لادین له ولا دین لمن لا عقل له** ۔جس کے پاس دین نہیں ہے اس کے پاس عقل نہیں ہے اور جس کے پاس عقل نہیں ہے اس کے پاس دین نہیں ہے۔

تو عقل کا کام یہ ہے کہ حیوانی جذبوں کو کنٹرول کرے۔ روکنا ممکن نہیں ہے۔غصہ انسان کی فطرت ہے غصہ تو آئے گا تو اگر قران یہ کہہ دیتا کہ غصہ مت کرو تو یہ خلاف فطرت ہوتا۔قران نے یہ نہیں کہا کہ غصہ نہیں کرو بلکہ کہا

والکاظمین الغیظ۔ اپنے غصہ کو کنٹرول کرلو۔ یہ ہے اسلام!

اگر تم نے کوئی ناپسندیدہ بات دیکھی اور تمہیں غصہ آیا تو دو ردعمل ہوسکتے ہیں یا تو غصہ کرکے اپنی دیوانگی کا ثبوت دو یا غصہ روک کر اپنی عقل مندی کا ثبوت دو۔

تو قرآن نے یہی کہا "والکاظمین الغیظ"۔ غصے کو کنٹرول کرلو۔ لیکن اب اس سے ذرا بلند تر منزل۔ دیکھو غصہ کے لئے علماء اخلاق نے لفظ رکھا ہے جلال۔ اب پوری امت مسلمہ کو یہ جملہ ہدیہ کررہا ہوں کہ اگر انسان میں غصہ نہ ہوتو نہ وہ دفاع کرسکتا ہے نہ جہاد کرسکتا ہے۔ غصہ ضروری ہے۔

اگر انسان میں غصہ نہ ہو۔ بے غیرت ہے اور اگر انسان میں غصہ ہو دیوانہ ہے۔ بس کرے تو کیا کرے؟ میں نے یہ پیغام پوری مسلم امۃ کو دیا ہے، کسی ایک مسلک کو یہ پیغام نہیں دے رہا ہوں۔ اگر غصہ نہ ہومزاج میں تو انسان بے غیرت ہے اور اگر غصہ ہو مزاج میں تو انسان دیوانہ ہے۔ اب عقل کا کردار سامنے آیا کہ غصہ ضروری بھی ہے، غلط بھی ہے۔ اب عقل کو طے کرنا ہوگا کہ کہاں غصہ کرے، کتنا غصہ کرے۔

لیکن اب میں کیا کروں کہ اگر انسان غصہ میں ہے تو عقل بھی تو غصہ کے زیر اثر ہے۔ دیکھو اب میراث عقل میں وحی کی ضرورت آئی۔ عقل غصہ میں ماؤف ہوجاتی ہے۔ عقل خود غصہ کے زیر اثر ہے تو اب کیا کریں؟ اب چلو وحی الٰہی کی طرف۔

لقد من اللّٰہ علی المومنین اذبعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم آیاتِہٖ ویزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوامن قبل لفی ضلالٍ مّبینٍ۔ (سورہ آل عمران آیت ۱۶۴)

اللہ نے مومنین پر بڑا احسان کیا کہ ان میں ایک رسول کو مبعوث کردیا۔ اس کا کام یہ ہے کہ آیتوں کی تلاوت کرے۔ نفسوں کو پاک بنائے۔

سورہ جمعہ کی وہ آیت تو تم نے سنی ہی ہوگی بالکل ملتی جلتی آیت ہے تھوڑا سا فرق ہے لیکن تمہیں اس آیت کی طرف میں خصوصیت سے لایا ہوں۔ وہ کیا تھی سورہ جمعہ کی آیت ھوالذی بعث فی الامین رسولا منھم یتلواعلیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلّمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلالٍ مّبین۔ ہم نے اُمّیوں میں ایک رسولؐ بھیجا اور یہاں کیا کہہ رہا ہے۔

لقد من اللّٰه علیٰ المومنین۔ اللہ نے مومنین پر احسان کیا کہ ان میں ایک رسول کو بھیج دیا۔ رسول کہاں آیا؟ مومنین میں ۔تو رسول کے آنے کے وقت مومنین کا ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ اب اس کا کام ہے نفسوں کا تزکیہ کرنا۔ ہزاروں ہزار مرتبہ تم نے تزکیہء نفس کا لفظ سنا ہوا ہے۔ یہ کوئی انوکھی اصطلاح نہیں ہے بڑی Abstract ہے اور جب میں تزکیہ ءنفس کہتا ہوں تو میں خود Confuse رہتا ہوں کہ میرے نوجوان دوستوں کو اس لفظ کے معنی و مفہوم معلوم ہیں یا نہیں۔

تزکیہء نفس کا مطلب ہے عقل کو راہ دکھلا کر سیدھے راستے پر چلا دینا۔ اس سے زیادہ آسان میں تزکیہء نفس کے معنی بیان نہیں کرسکتا تھا کہ عقل کو روشنی دکھلا کر سیدھے راستے پر چلا دینا۔ یہ ہے تزکیہ ءنفس اور ہم نے اس نبی کو بھیجا تزکیہ ءنفس کے لئے، عقلوں کی ہدایت کے لئے۔

اس مرحلہ پر میں اگر اپنے نبی کا تذکرہ نہیں کروں تو بڑی ناانصافی ہوجائے گی۔ دیکھو آیا ہے نفسوں کے تزکیہ کے لئے ۔ اس کی رسالت ساری انسانیت کے نفسوں کا تزکیہ؟ نہیں، جہاں جہاں بھی عقل ہے وہاں ہدایت ۔جہاں جہاں بھی نفس ہے وہاں تزکیہ اور میرے نبی کی ہدایت جاری ہے۔

انتہائی پڑھے لکھے شہر کے انتہائی پڑھے لکھے مجمع میں گفتگو ہورہی ہے۔ آج سے کوئی سولہ سترہ سال پہلے میں نے Time اور Space کی تھیوری ڈسکس کی تھی۔ نظریہء زمان ومکان۔ یہ جو آج شور ہے نا ایٹم کا اور ایٹم کے دھماکوں کا یہ بھی نتیجہ ہے نظریہء زمان و مکان کا۔ جس سے آئن اسٹائین نے نظریہ اضافیت نکالا تھا۔ تو نظریہ زمان و مکان کیا ہے؟......ہم زمان و مکان کے قیدی ہیں۔تم بغیر جگہ کے رہ نہیں سکتے، خلاء میں ممکن نہیں، بغیر جگہ کے رہ نہیں سکتے؟ اور بغیر زمانے کے نہیں رہ سکتے۔ نہیں رہ سکتے تھے ۔ وہ تمہارا ماضی تھا یہ تمہارا حال ہے۔ بوڑھے ہوجاؤ گے تمہارا مستقبل ہے تو زمانے سے خالی نہیں رہے۔

پوری کائنات میں اگر کچھ ہے تو یا زمانہ ہے یا مکان ہے اور کچھ نہیں ہے۔ میں نے بات ذرا سطح عمومی سے بلند کی ہے۔ اب دیکھنا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم o الحمد للہ رب العالمین o

ہ ہے اس اللہ کی جو عالمین کا رب ہے تو جہاں جہاں مکان ہے اس کی ربوبیت ہے۔ اس طرح یقے سے قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ (درمیان سے آیت چھوڑ رہا ہوں)

مالک یوم الدین o اب جہاں جہاں زمانہ ہے۔ اس کی مالکیت ہے تو مکان بھی اس کے کنٹرول میں، زمانہ بھی اس کے کنٹرول میں، پوری دنیا میں کوئی نہیں اللہ کے علاوہ جس کے کنٹرول میں مکان اور زمان دونوں ہوں۔ لیکن اللہ اگر خود کسی کو مالک بنادے تو میں کیا کروں۔ تو کہنے لگا: ''حبیب میں ہوں'' ''رب العالمین''

اور تو ''وما ارسلنک الّا رحمت اُلّعالمین۔''

تو مکان میں اللہ رب ہے عالمین میں اور مکان میں محمدؐ رحمت ہے۔ رسولؐ رحمت۔

مکان میں اللہ نے محمدؐ کو پوری مکانیت پر وسعت دے دی اور اب زمان، اللہ قیامت تک کا مالک ہے پورا زمانہ کنٹرول میں ہے اور اپنے حبیب سے کہنے لگا۔

ویوم نبعث فی کلّ اُمّۃٍ شھیدًا علیھم مّن انفسھم وجئنابک شھیداً علیٰ ھولآءِ (سورہ النحل آیت ۸۹)

قیامت میں ہر نبی اپنی قوم کا گواہ۔ تُو سارے نبیوں کا گواہ۔ تو قیامت میں اللہ مالک ہے محمدؐ شہید ہے۔

تو جہاں جہاں نفس ہے اور جہاں جہاں عقل ہے محمدؐ ان سب کا ہدایت کرنے والا، ان سب کا تزکیۂ نفس کرنے والا۔ تو جب سب کا تزکیہ کرنے والا ہے تو سب سے پہلے ہوگا یا نہیں؟

تو آیا ہے میرا نبی مریض انسانیت کا علاج کرنے کے لئے۔ اس جملے سے تمہیں

اتفاق ہے نا۔ معالج کی دو ذمہ داریاں ہیں۔ پہلی یہ کہ صحیح مرض پہچانے اور دوسری یہ کہ ٹھیک دوا دے۔ مرض نہ پہچانا تو کیسی دوا؟ آیا ہے انسانیت کے علاج کے لئے۔ طے کرسکتے ہو کہ انسانیت میں کتنے مرض ہیں۔ جسم کی بات نہیں کررہا ہوں۔ انسانیت کی بات کررہا ہوں تو اب جتنے طریقے مرض کے ہوں گے وہ سارے محمدؐ کے علم میں اور جتنی دوائیں علاج کے لئے ضروری ہوں گی وہ ساری محمدؐ کے علم میں۔ تو ساری کائنات کا علم محمدؐ میں اور پھر بھی کہے جارہے ہو کہ نہ لکھنا جانتا تھا نہ پڑھنا جانتا تھا۔

پہلا سوال کیا ہے کہ اس کی ہدایت اور اس کے علاج کا دائرہ کیا ہے؟ .... ساری کائنات۔ اور کوئی وجود اس کائنات سے باہر نہیں ہے جو محمدؐ کا محتاج نہ ہو۔ اب دلیل دے رہا ہوں۔ لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ۔ (سورہ احزاب آیت ۲۱)

سنو اے پوری کائنات کے انسانوں! سنو (یہ ترجمہ میں نے اپنی طرف سے کیا ہے آیت میں نہیں ہے اس لئے کہ قران پورے عالمین کے لئے ہدایت ہے) سنو اے پوری کائنات کے انسانوں! ہم نے اپنے رسولوں میں تمہارے لئے ہدایت کے بہترین وسیلے رکھ دیئے ہیں۔

ہم نے اپنی نبیؐ کے کردار میں تمہاری ہدایت کے بہترین نمونے رکھ دیئے۔

اب اگر کوئی استاد ہدایت چاہے نبیؐ کے کردار میں نمونہ ہے۔

اگر کوئی معمار ہدایت چاہے نبی کے کردار میں نمونہ ہے۔

اگر کوئی معالج ہدایت کا نمونہ مانگنا چاہے نبیؐ کے کردار میں موجود ہے۔

اگر کوئی زراعت کرنے والا سبق لینا چاہے، نبیؐ کے کردار میں نمونہ موجود ہے۔

یعنی کوئی نمونہ انسانیت کا ایسا نہیں ہے جو نبیؐ کے کردار میں موجود نہ ہو۔ تو جیسا معجزہ اللہ کی کتاب ویسا معجزہ رسولؐ کی سیرت۔

مالک زمانہ آگے جائے گا اور تیرے نبیؐ کی حیاتِ نبوت ۲۳ برس۔ اس کے بعد کیا ہوگا۔ تو اب میں پھر اپنے سننے والوں کو لے کر چل رہا ہوں اس آیت کی طرف

لقدمن اللّٰہ علیٰ المومنین اذبعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلواعلیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلالٍ مبینٍ۔ (آل عمران ۱۶۴) ہم نے تین کاموں کے لئے محمدؐ کو بھیجا ہے۔ آیات کی تلاوت کرے، نفسوں کا تزکیہ کرے، کتاب کی تعلیم دے۔ یہی سورہ جمعہ میں ہے۔

ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ۔

محمدؐ کے کل تین کام تلاوت، تزکیہ، تعلیم۔ میرے نبیؐ کا کوئی کام ان تینوں کے باہر نہیں ہے تو اب اگر اپنی اولاد کی کوئی فضیلت بیان کرے تو یا تلاوت ہے یا تزکیہ ہے یا تعلیم ہے۔

حسینؑ پشت رسولؐ پہ ہے۔ کسی نے دیکھ کے کہا: نعم المرکب۔ کیا اچھی سواری ہے۔

کہا: یہ کیوں نہیں کہتا۔ نعم الراکب کیا اچھا سوار ہے۔ یا تلاوت ہے یا تزکیہ ہے یا تعلیم ہے۔

نبیؐ مسجد کے منبر سے خطبہ دے رہے ہیں (یہ تو سب نے لکھا ہے جاؤ اور دیکھ لو) کہ ایک ساتھ دونوں نواسے مسجد میں داخل ہوئے۔ نبیؐ کا خطبہ کیا ہوگا؟ .... یا تلاوت یا تزکیہ یا تعلیم۔ اگر اس کے علاوہ ہو تو تم بتلادو؟......ایک ساتھ دونوں نواسے داخل ہوئے۔ خطبے کو روک دیا کہا: ابنایا ھذان امامان قاما او قاعدا۔

یہ میرے دونوں بیٹے امام ہیں چاہے صلح کریں چاہے جنگ کریں۔

تو رسولؐ جو خطبہ دے رہے تھے منبر سے وہ تعلیم تھی یا نہیں۔ یا رسول اللہ اس تعلیم کو روک کیوں دیا؟ کہ بھئی اسے اس لئے روک رہا ہوں کہ اس سے بہتر تعلیم دینی ہے۔ یعنی اب جو خطبہ دے رہا ہوں یہ اِس وقت کی تعلیم ہے اور اگر انہیں سمجھ گئے تو قیامت تک کی تعلیم مل جائے گی۔

کبھی سوار کی طرف متوجہ کیا، کبھی نواسوں کی امامت کی طرف متوجہ کیا۔ کیا اس واقعے کو بھول گئے؟ میں نہیں بیان کرر ہا ہوں، جاؤ دیکھو علمائے اسلام کی کتابوں میں اور اگر نہ ملے تو صواعق محرقہ اردو ترجمہ موجود ہے اس میں دیکھ لینا۔ مہینوں میرا نبیؐ نماز پڑھوانے کے بعد مسجد سے نکل کر سیدہؑ کے دروازے پر آتا تھا۔ اور آنے کے بعد کہتا تھا ''السلام علیکم یا اهل بیت رسول اللہ۔'' اس جملے کی تم نے قیمت محسوس کی؟... نہیں کی۔ اب میں تمہیں محسوس کرواؤں گا۔ پوری توجہ کرو۔

نبی نے نماز ختم کی، آئے سیدہؑ کے دروازے پر کہا۔ السلام علیکم یا اهل بیت رسول اللہ۔ یعنی نماز کے بعد زیارت پڑھنا سنت رسولؐ ہے۔

ابھی میں نے تین مثالیں تمہارے سامنے پیش کیں۔ مثالیں سینکڑوں ہیں، کہہ سکتے تھے اور کہہ دیا کہ یہ میرے نبیؐ کی بشریت کے تقاضے تھے۔ کہا ہے کہ یہ ٹھیک ہے کبھی نواسوں کا تذکرہ، کبھی بیٹی کا تذکرہ، کبھی داماد کا تذکرہ .... یہ بشریت کے تقاضے تھے۔ اچھا تو بشریت کے تقاضے فقط ایک ہی بیٹی کے لئے تھے؟ ہم نے کب کہا کہ نبیؐ بشر نہیں تھے۔ نبیؐ کی بشریت سے انکار نہیں کیا۔

قل انما انا بشر مثلکم۔ میں تمہارے مثل ایک بشر ہوں۔ تو بشریت سے انکار نہیں ہے۔

کئی جگہ قران مجید نے نبی کی بشریت کا اعلان کیا ہے لیکن تنہا بشر نہیں ہیں۔ ''بشر'' صاحب وحی جہاں عصمت آجائے، جہاں وحی الٰہی کا ہر آن نزول ہو۔ تو بشر، بشر برابر نہیں ہیں۔

اب تم تو مجھ سے آیات قرانی کا استدلال لے لے کر عادی ہو گئے ہو نا! دیکھو موسیٰؑ اپنے خاندان کے ساتھ جا رہے ہیں، میدانوں سے گزر ہو رہا ہے۔ موسیٰؑ کے پاؤں میں جوتیاں ہیں۔ جیسے ہی طویٰ کی مقدس وادی میں داخل ہوئے .... (طویٰ جانتے ہو؟ وہ میدان جس میں کوہ طور واقع ہے) حکم آیا

فاخلع نعلیک ج انک بالواد المقدّس طوًی (سورہ طٰہٰ آیت ۱۲)

موسیٰ ؑ اپنی جوتیاں اتاردو اس لئے کہ تم طوٰیٰ کے مقدس میدان میں داخل ہورہے ہو... میدان میدان تو سب برابر ہیں نا!

طوٰیٰ میدان ہے جہاں نورِ الٰہی کی جلوہ ریزی ہوگی۔ اسی میں طور واقع ہے اور طور میں ایک درخت کے ذریعے اللہ نے موسیٰ ؑ سے کلام کیا۔ یہ تو سب کو معلوم ہے نا!

تو کہا: موسیٰ ؑ اپنی جوتیاں اتاردو۔

• دو تفسیریں ہیں۔ عالم اسلام کے اکثر مفسرین نے کہا: جوتیوں سے مراد آل اور اولاد کی محبت ہے۔ (میں نہیں کہہ رہا ہوں اور نہ مجھے کہنے کا حق ہے)۔ موسیٰ ؑ اب تُو طوٰیٰ کے میدان میں آرہا ہے۔ جہاں خدا تجھ سے کلام کرے گا۔ آل اور اولاد کی محبت کو چھوڑ دے۔ خدا کی محبت کے ساتھ اولاد کی محبت نہیں چل سکتی، اولاد کی محبت کو میدان سے باہر چھوڑ آ۔ جوتیاں اتار کے آ... یہ موسیٰ ؑ ہیں اور محمدؐ سے کہا: حبیب جوتیاں پہن کر آ۔

میں اپنے تبصرے کو محفوظ رکھتا ہوں۔ میں تو مفسرین کی بات تمہیں سنا رہا تھا کہ جوتیوں سے مراد اولاد کی محبت۔

موسیٰ ؑ سے کہا: میدان سے باہر رکھو اولاد کی محبت کو اور

حبیبؐ سے کہا: جوتیوں کے ساتھ آجا۔ اس محبت کو دور رکھنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ تیری اولاد تو وہ ہے کہ اس کی محبت کو تیری رسالت کا اجر بنا کے بھیجوں گا۔

یہ تو ایک تفسیر تھی اور دوسری تفسیر جوتیوں سے مراد جوتیاں۔ موسیٰ ؑ پورے راستے تمہارے پاؤں میں جوتیاں لیکن اب تم اس میدان میں آرہے ہو جس میں نور الٰہی کی بارش ہوتی ہے۔ تو اگر کسی میدان پر نور الٰہی کی بارش ہوجائے... لفظ بدل دوں اگر کوئی میدان نور الٰہی کی جلوہ گاہ بن جائے تو ''اولوالعزم'' نبیؑ جوتیاں باہر اتارے۔

لیکن وہ سینہ جو نور الٰہی کی جلوہ گاہ ہے اس کے لئے فتویٰ کیا ہے؟... اچھا موسیٰ نے جوتیاں اتاریں۔ آگ نظر آئی۔ کوہ طور پر گئے اور ایک مرتبہ دیکھا کہ ایک

سرسبز و شاداب درخت جل رہا ہے اور کمال یہ ہے کہ وہ آگ درخت کو نقصان نہیں پہنچا رہی۔

آواز آئی۔ یاموسیٰ انی انا اللہ۔ موسیٰ نے مان لیا کہ خدا بول رہا ہے۔ ایسا ہی ہے نا کہ بول رہا تھا درخت موسیٰ نے مان لیا کہ خدا بول رہا ہے۔ اب یہ دوہرا معیار کیسا؟ جب موسیٰ کوہ طور پر گئے تو ان کی غیبت میں سامری نے گوء سالہ بنالیا تھا۔ اور اس میں سے آواز بھی نکلتی تھی۔ تو بول رہا تھا درخت بھی اور بول رہا تھا گوء سالہ بھی۔ موسیٰ یہ دہرا معیار کیسا ہے؟ کہ درخت نے کہا۔ میں خدا ہوں اسے مان لیا، گوء سالہ بول رہا ہے اسے نہیں مان رہے۔

وسیلے دونوں ہیں درخت نے کہا تم نے مان لیا، گوء سالہ بول رہا ہے تم مانتے نہیں ہو۔ تو جواب یہی ہوگا کہ بھئی اسے خدا نے وسیلہ بنایا ہے اسے بندوں نے وسیلہ بنایا ہے۔ اُسے مانوں گا اِسے نہیں مانوں گا۔ تمہیں معلوم ہے نا تاریخ موسیٰ!... آگ جلوائی اور گوء سالہ کو اس میں پھینکوادیا۔ جلوادیا۔ جو خدا بنائے اسے مانوں گا جو بندہ بنائے اسے آگ میں جلوادوں گا۔

وسیلہ بنتا ہے تو خدا ہی بنائے گا۔ بندے کو حق نہیں ہے وسیلہ بنانے کا۔

ایک روایت سنو! علامہ جلال الدین سیوطی رحمت اللہ علیہ۔ عالم اسلام کے بڑے محدث ہیں، عالم اسلام کے بہت ہی بڑے عالم ہیں، مفسر ہیں ان کی تفسیر ہے تفسیر در منثور۔ پیغمبر اکرمؐ کی ایک روایت انہوں نے تفسیر در منثور میں نقل کی ہے۔

سورہ نور میں آیہ استخلاف ہے۔ وعد اللّٰہ الذین آمنوامنکم و عملوا الصالحات لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم، (سورہ نور آیت ۵۵)

اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ تم میں سے جو خاص ایمان والے اور خاص عمل والے ہیں انہیں خلیفہ بنائے گا۔ خود بنائے گا تم نہیں بناؤ گے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ کسی بزرگ نے رسول اللہ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ کون ہے جو آپ کے بعد خلیفہ ہوگا؟ اشارہ کیا خانہ کعبہ کی طرف اور کہنے لگے جو اس کا وارث ہو۔

بھئی یہ گھر کس کا؟ اللہ کا!......اللہ کون؟......... **لم یلدولم یولد۔**

اب اس کا وارث کون بنے۔ بھئی اس لئے اس گھر میں پیدا کرایا کہ وارث کو آج دیکھ لو۔

وراثت سمجھ میں آ گئی؟.......وراثت اگر سمٹے تو علیؑ میں سمٹ جائے اور اگر پھیلے تو بارہویں تک جائے۔ یہ ہے وراثت۔ کیا بھول گئے جب حسنؑ بن علیؑ نے صلح کی ہے اور اس کے بعد خطبہ دیا ہے۔ حسنؑ بن علیؑ کا خطبہ تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہے۔ خطبے میں کہنے لگے انا ابن المکه و المدینه میں مکہ کا بیٹا ہوں، مدینہ کا بیٹا ہوں۔

انا ابن الزمزم و الصفاء میں زمزم کا بیٹا ہوں صفا کا بیٹا ہوں۔

اور سید سجادؑ نے یزید کے دربار میں جو خطبہ دیا ہے اس میں بھی جملے یہی ہیں۔

پہچانتے ہو نا سید سجادؑ کو۔ لیکن مجھے سید سجادؑ پہ کچھ نہیں کہنا۔ کل میں تم سے کچھ کہہ گیا اور یاد رکھو کل میں نے تمہارے سامنے جو واقعہ بیان کیا کہ ایک گھوڑے کو "کاوا" دے رہے تھے۔ مستند ترین روایتوں ہے کہ جب حسینؑ نے کہا بیٹے خیمے میں جاؤ تو پھر وہاں سے نکلے نہیں بیمار ہو گئے۔ پہلے بیمار نہیں تھے۔ یہ بیماری مصلحت تھی اللہ کی کہ اگر صحت مند رہے تو جہاد واجب ہو جائے گا۔ شہید ہونا واجب ہو جائے گا۔ اور اگر شہید ہو گئے تو سلسلہ امامت پر خلل آ جائے گا۔ تو میرے امام کی بیماری کل چوبیس گھنٹے کی بیماری تھی۔

تو حسنؑ کی وراثت کا اعلان تم نے سنا، سید سجادؑ کی وراثت کا اعلان تم نے سنا اور کیا زیارت وارثہ بھول گئے؟......**السلام علیک یاوارث آدم صفوۃ اللّٰہ**

حسینؑ پر سلام ہو آپ آدمؑ کے وارث ہیں، آپ نوحؑ کے وارث ہیں۔

سارے انبیاء کی وراثت ان کے پاس ہے۔ یہی سبب ہے کہ جب دین پہ وقت آیا تو مدینہ سے کوئی اور نہ اٹھا حسینؑ اٹھا۔

یاد ہے نا ایک دن پیغمبر اکرم حضرت ام سلمہؓ کے حجرے میں آئے اور کہا۔ ام سلمہؓ میں بیمار ہوں، دروازہ بند کردو اور دروازے کے باہر بیٹھ جاؤ اور کوئی بھی آئے اس سے کہہ دو کہ رسولؐ بیمار ہیں مل نہیں سکتے۔

ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں دروازہ بند کرکے دروازہ کے باہر بیٹھ گئی۔ کافی دیر بیٹھی رہی۔ جو بھی آیا میں نے منع کیا کہ رسولؐ بیمار ہیں مل نہیں سکتے۔ اتنے میں حسینؑ آئے۔ جانا چاہا اندر۔ میں نے کہا میرے لال تمہارے نانا بیمار ہیں اور انہوں نے منع کیا ہے کہ کوئی داخل نہ ہو.........

چھوٹا بچہ ہے نا! اس نے سر اٹھایا اور کہا: کیا نانی ہمیں بھی منع کیا ہے؟

کہا: کہ ہاں بیٹے تمہارے نانا نے منع کیا ہے کہ آج کوئی نہ آئے۔

بس یہ سننا تھا کہ بچہ پلٹا۔ بچہ پلٹ گیا۔

رسولؐ نے حجرے سے آواز دی کہ ام سلمہؓ تم نے میرے بیٹے کو بھی واپس کردیا۔

ام سلمہؓ دوڑیں۔ بچے کو گود میں اٹھایا اور کہا: چلو تمہیں تمہارے نانا یاد کررہے ہیں۔

کہا: نانی نانا تو ملنا نہیں چاہتے نا! میں نہیں جاؤں گا۔

ام سلمہؓ نے ہاتھ جوڑ لئے: بیٹے مجھے معاف کردو مجھے نہیں معلوم تھا کہ لوگ اور ہیں تم اور ہو۔

حسینؑ کو ام سلمہؓ لائیں۔ رسولؐ کے سینے پر لٹادیا۔ پھر باہر آگئیں دروازہ بند ہوگیا۔ پھر دروازے پر بیٹھ گئیں۔ کچھ دیر بعد ام سلمہؓ نے رسولؐ کے رونے کی آواز سنی دروازے سے پوچھا: یا رسول اللہ آپ کے رونے کا سبب کیا ہے اجازت ہے کہ میں اندر آجاؤں؟ ....کہا! ہاں ام سلمہؓ اندر آجاؤ۔

امّ سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب میں حجرے میں داخل ہوئی تو نواسہ سینے سے چمٹا ہوا تھا۔ اور رسولؐ چیخ کے گریہ فرما رہے تھے۔

کہا: یارسولؐ اللہ آپ کے رونے کا سبب کیا ہے۔ مٹھی کھولی اور کہا: ام سلمہ یہ مٹی رکھ لو۔ اسی زمین پر میرا نواسہ تین دن کا بھوکا پیاسا ذبح کیا جائے گا۔

یہ وہ ام سلمہؓ ہیں جن کے پاس کربلا کی مٹی تھی۔ ۲۸ رجب کو جب حسینؑ چلنے لگے ہیں تو اجازت لی ہے ام سلمہؓ سے اور ام سلمہؓ نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ بیٹے مت جا۔ تیرے نانا کہہ گئے ہیں کہ تیری موت عراق میں ہے۔ دونوں انگلیاں سامنے کیں۔ کہا: نانی ان دونوں انگلیوں کے درمیان دیکھئے۔

ام سلمہؓ نے دیکھا کہا: بیٹے ایک مقتل نظر آ رہا ہے اور ایک اکلوتی لاش پڑی نظر آ رہی ہے۔

کہا: نانی وہ میری لاش ہے۔ یہ کہہ کر نانی کو خدا حافظ کہا۔ قافلہ تیار ہوا۔ حسینؑ باہر نکلے ذوالجناح پر بیٹھے۔ ابوالفضل العباسؑ اپنے گھوڑے پر سوار تھے۔

ابوالفضل العباسؑ نے اپنے گھوڑے کو پورے قافلے کی طرف ''کاوا'' دیا، چکر دیا، پورے قافلہ کے نگراں ہیں، پورے قافلے کو دیکھا۔ اور اب چلنا ہی چاہتے تھے کہ کسی نے پکار کے کہا: شہزادے تمہاری ماں تمہیں پکارتی ہے۔

مجلس سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾

عزیزانِ محترم! ''میراثِ عقل اور وحی الٰہی'' کے عنوان سے ہم نے جو سلسلہ گفتگو شروع کیا ہے وہ اپنے تیسرے مرحلے میں داخل ہو رہا ہے، میں اس موضوع کے لئے مسلسل سرنامہ کلام میں سورہ بنی اسرائیل کی دو آیتوں کی تلاوت کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔ سورہ بنی اسرائیل قرآن مجید کا سترھواں سورہ ہے اور جن آیات کی تلاوت کا شرف حاصل کیا گیا ان کا نشان ۱۵ اور ۱۶ ہے۔

پروردگار نے ان دو آیتوں میں عقل انسانی کے لئے کلیہ بیان کیا ہے۔

فمن اهتدیٰ فانما یهتدی لنفسه۔ یاد رکھو۔ کہ جو بھی ہدایت قبول کرے تو اس ہدایت کا فائدہ اسی کو پہنچے گا کسی اور کو نہیں پہنچے گا۔

ومن ضَلّ فانما یضلّ علیها ط (سورہ یونس ۱۰۸) اور جو گمراہ ہو جائے اس کی

گمراہی کا نقصان اُسی کو ہوگا کسی اور کو نہیں ہوگا۔

ولا تزر وازرۃ وزرا اخریٰ ط جس کے اوپر پہلے سے بوجھ موجود ہو وہ دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔

گناہوں کے بوجھ کی طرف اشارہ ہے کہ جو خود گنہگار ہوں وہ دوسروں کی کیا خاک شفاعت کریں گے؟ کل گفتگو یہاں رُکی تھی کہ جانوروں سے الگ پروردگار نے انسان کو ایک صفت عطا کی اور اس صفت کا نام ہے عقل۔ اور کل میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ تمام الہامی کتابوں کو دیکھ ڈالو قرآن کے علاوہ اور کسی کتاب نے انسانی عقل کو مخاطب نہیں کیا۔

سورہ آل عمران قرآن مجید کا تیسرا سورہ آیت کا نشان ۱۹۰۔

ان فی خلق السمٰوات والارض ط واختلاف الیل والنہار لایاتٍ لاولی الالباب٥

سنو اور اس بات کو یاد رکھو کہ آسمانوں اور زمین کی خلقت میں اور رات اور دن کے آنے جانے میں نشانیاں ہیں صاحبان عقل کے لئے۔ احمقوں کے لئے نشانیاں نہیں ہیں۔ اور اب اسی بات کو ذرا سی تفصیل کے ساتھ سورہ بقرہ میں ارشاد کیا۔

ان فی خلق السمٰوات و الارض و اختلاف الیل والنہار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس ومآ انزل اللّٰہُ من السمآء من مآء فاحیابہ الارض بعد موتھا وبث فیھا من کل دآبۃٍ وتصریف الریاح والسحاب المسخر بین السمآء والارض لایات لقومٍ یعقلون (آیت ۱۶۴)

کیا صاف آیت ہے۔ سنو! آسمانوں اور زمین کی خلقت میں ہماری نشانیاں ہیں۔ رات اور دن کے آنے جانے میں ہماری نشانیاں ہیں۔ سمندروں کے سینوں کو چاک کر کے چلنے والی کشتیوں میں ہماری نشانیاں ہیں۔ آسمان سے جو پانی برس رہا ہے اس برستے ہوئے پانی میں ہماری نشانیاں ہیں۔ اور مٹی اس پانی سے جو اثر قبول کر رہی ہے اس اثر میں ہماری نشانیاں ہیں اور ہم اس پانی کے ذریعے مردہ ہونے کے بعد زندہ

کر دیتے ہیں، موت کے بعد زندگی میں ہماری نشانیاں ہیں۔

وبث فیھا من کل دابۃ اور ہم نے اس زمین میں چوپائے پھیلا دیئے اس میں ہماری نشانیاں ہیں۔

وتصریف الریاح۔ یہ جو ہوائیں چل رہی ہیں زمین پر ان ہواؤں کو کبھی چھوڑ دینا اور کبھی روک لینا اس میں بھی ہماری نشانیاں ہیں۔

والسحاب المسخر بین السماء والارض دیکھو ہم نے کیسا کنٹرول کیا ہے بادل کو کہ وہ آسمان اور زمین کے درمیان رُکا ہوا ہے۔

بھئی کتنی سادہ آیت ہے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ خداوند عالم نے تضاد پر گفتگو کی۔

آسمان اور زمین ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

رات اور دن ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

سمندر اور کشتی ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

ابر اور ہوا ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

پانی اور مٹی ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

موت اور زندگی ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ یعنی پانی چاہتا ہے کہ کشتی کو ڈبو دے۔ کشتی چاہتی ہے کہ پانی کو چیرتے ہوئے نکل جائے۔

رات چاہتی ہے کہ اندھیرا ہو۔ دن چاہتا ہے کہ اُجالا ہو۔ یہ سب ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ لیکن غور تو کرو یہ ایک دوسرے کے دشمن کیسے مل کر تمہاری بقا کو support کر رہے ہیں۔ اب ہے نا ان کے پیچھے کوئی عقل جو کام کر رہی ہے!

تو عقل انسانی کو مہمیز کیا قرآن مجید نے..... بھئی یہ عقل ہے کیا؟

یہ عقل کا جو لفظ ہے اس کا کچھ مفہوم بھی تو ہوگا نا! تو عقل اسی وقت کا نام ہے جو نیک کو بد سے الگ کرے جو خبیث کو طیّب سے الگ کرے۔ برائی کو اچھائی سے الگ کر دے اس کا نام ہے عقل۔

جیسی عقل ہوگی ویسی سوچ ہوگی، جیسی سوچ ہوگی ویسا ارادہ ہوگا، جیسا ارادہ ہوگا ویسا منصوبہ ہوگا، جیسا منصوبہ ہوگا ویسا عمل ہوگا، جیسا عمل ہوگا ویسا گھر ہوگا، جیسا گھر ہوگا ویسا گھرانہ ہوگا، جیسا گھرانہ ہوگا ویسا معاشرہ ہوگا۔ تو پوری ملت اسلامیہ سے کہہ رہا ہوں۔ پہلے اپنی عقلوں کو مسلمان بناؤ۔ جہاد بعد میں کرنا۔

جب عقل مسلمان ہوگی تو جسم مسلمان ہوگا اور جب جسم مسلمان ہوگا تب جہاد میں کامیاب ہوسکو گے۔ تو عقل کا کام ہے کہ برائی کو الگ کردے بھلائی کو الگ کردے۔ لیکن تمہارے معاشرے میں عقل کام ہی آتی ہے برائی کے لئے۔ ظالم اور جابر معاشرے میں جیسا کہ تمہارا معاشرہ ہے (میں کسی اور معاشرہ پر گفتگو نہیں کروں گا)۔ ظلم کا معاشرہ ہے، جنگ کا معاشرہ ہے، چوری کا معاشرہ ہے، ڈاکہ کا معاشرہ ہے، اگر اس میں کوئی فرد تنی کے ساتھ، اِنکسار کے ساتھ زندگی گزارے لوگ کہیں گے احمق ہے۔

بھئی جیسا معاشرہ ہے ویسا بنے۔ تو برائی کو اچھا سمجھا جاتا ہے، عقلمندی سمجھا جاتا ہے، اچھا اگر کوئی بڑا عہدہ دار کسی بڑی deal میں اپنے خفیہ کمیشن کو نہ لے تو کہیں گے احمق ہے۔ اگر کوئی سیاستدان اپنے بیان میں جھوٹ نہ بولے، دوسرے سیاستدان کہیں گے احمق ہے، کوئی حکمران اپنے عمل میں فراڈ نہ کرے، دوسرے حکمران کہیں گے احمق ہے۔

تو تمہارے معاشرے میں عقل کی تعریف یہ ہے کہ جو بُرائی کو بھلائی بنا کے دکھادے وہ عقل ہے اور اب میرے مولا نے عقل کی تعریف کی، پوچھا گیا:

یا امیر المومنین ما العقل۔ مولا اتنا بتلادیں کہ عقل ہے کیا؟..........

فرمانے لگے! **العقل ماعبیدبه الرحمان و کتبؐ به الجنان**۔

عقل وہ قوت ہے جس کے ذریعے پہلے اللہ کو پہچانو پھر اس کی عبادت کرو۔ اور وہ تمہیں جنت تک لے جائے۔

اب میں اپنی کل کی گفتگو سے متصل ہوا۔ غصہ اگر نہ ہو انسان بے غیرت ہے۔ غصہ اگر ہو انسان ظالم ہے تو اب عقل کا کام ہے کہ یہ طے کرے کہ کہاں غصہ ہوگا،

کہاں غصہ نہیں ہوگا۔ اب میں کیسے عرض کروں کہ خندق کی جنگ میں جب عمرو کو پچھاڑا ہے اور اس کے سینے پر بیٹھ گئے تو اس نے لعاب دہن پھینکا۔ ادھر پھینکا ادھر علیؑ اتر آئے۔

کبھی کبھی جی چاہتا ہے کہ بات کو آف دی ریکارڈ کر دیا جائے۔ بھئی ظاہر ہے۔ کہ تم سے بہتر کون واقف ہوگا۔ وہ جو دشمن ہے وہ موت کو دیکھ رہا ہے۔ لیکن اتنا بہادر ہے کہ وہ علیؑ کے چہرے کی طرف لعاب دہن پھینک رہا ہے .... منہ میں تھوک بن رہا ہے۔ دہشت کے وقت تو منہ میں تھوک بھی نہیں بنتا۔ ذرا سی سنسنی پیدا ہوئی زبان خشک ہوگئی۔ ذرا سا خوف آ گیا زبان خشک ہوگئی۔ کہیں سے فائرنگ کی آواز آ گئی زبان خشک ہوگئی۔ تو دہشت کی علامت ہے لعاب کا خشک ہونا۔ وہ اتنا بڑا بہادر ہے کہ موت دیکھ رہا ہے پھر اس کے منہ میں لعاب بن رہا ہے ایسے بہادر ہوں تو علیؑ کی تلوار کی زد میں آتے ہیں۔ علیؑ بزدلوں پر تلوار نہیں اٹھایا کرتا۔

اس نے لعاب دہن پھینکا، غصہ تو آیا ہوگا۔ فطرت ہے۔ اتر آئے ...... دیکھنے والوں نے سوچا کہ علیؑ چاہ رہے ہیں کہ جہاد میں کہیں ان کا نفس شریک نہ ہو جائے ...... (یہ جملہ تم نے سنا ہے نا!)۔ عجیب بات ہے کہ خندق کی جنگ ہے پانچ ہجری میں اور علیؑ کا نفس بکا ہے پانچ سال پہلے ہجرت کی رات کو تو نفس تو ہے ہی نہیں شریک کیسے ہوگا؟

علیؑ تو اس لئے اترے تھے کہ منافقوں کی زبان روک دیں۔ بعد میں یہی کہیں گے کہ غصہ میں جھنجھلا کے قتل کر دیا، لیکن نہیں میں تمہیں ذرا بلند تر منزل کی طرف لے کر جا رہا ہوں۔ علیؑ نے اپنے جلال کو کنٹرول کیا۔ (دو مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا ہے ایک مرتبہ خندق میں ایک مرتبہ صفین میں۔ صفین کی جنگ میں بھی کسی شخص نے علیؑ کے چہرہ مبارک کی طرف لعاب دہن پھینکا تھا لیکن علیؑ ٹال گئے تھے۔)

لیکن یہی علیؑ ہے کہ جب بدر کی جنگ ہو رہی تھی، مسلمانوں نے بدر کی جنگ جیتی ، مشرکین کو قیدی بنایا۔ جب مشرکین، قیدی بنائے جا رہے تھے تو علیؑ ایک مشرک کی تلاش میں تھے اور علیؑ کی نگاہوں سے بچ کر وہ مشرک بھاگ رہا تھا، چھپتا پھر رہا تھا اور علیؑ اسے

تلاش کررہے تھے، ایک مقام پر وہ مشرک مل گیا، علیؑ نے تلوار نکال کر اس کا سر قلم کردیا۔
لوگ آئے رسول اللہ سے شکایت کی کہ جب ہم مشرکین کو قید کررہے ہیں تو سر قلم کرنے کی کیا ضرورت تھی۔
کہنے لگے: مجھ سے کیوں کہہ رہے ہو جاؤ۔ علیؑ سے پوچھو۔ آئے: یا علیؑ یہ تم نے کیا کیا؟
کہا: بات یہ ہے کہ مکے میں جب میرا نبیؐ نبوت کا اعلان کررہا تھا تو اس مشرک نے میرے نبیؐ کی طرف لعاب دہن پھینکا تھا۔ میں موقعے کی تلاش میں تھا۔
علیؑ نے بتلادیا کہ امامت پر تو مصالحت کرسکتا ہوں توہین رسالت پر مصالحت نہیں کرسکتا۔
ہماری علم الحدیث کی سب سے بڑی کتاب کا نام ہے "کتاب الکافی"۔ اور اس کے مرتب کرنے والے ہیں محمد ابن یعقوب ابن اسحٰق کلینی رحمتہ اللہ علیہ۔ ان کا سن وفات ۳۲۹ھ ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ ہمارے امام غائب کی غیبت کبریٰ کا سن بھی یہی ہے۔ ۳۲۹ھ۔
الکافی کے تین حصے ہیں۔ اصول کافی، فروع کافی اور روضتہ الکافی.........
اصول کافی میں عقائد کی روایات ہیں۔ فروع کافی میں احکام کی روایات ہیں اور روضتہ الکافی میں تاریخ کی روایات ہیں۔ تو پہلا جز اصول کافی اور اس کا پہلا باب کتاب العقل والجہل .... کسی مسلمان فرقے کی حدیث عقل کے عنوان سے شروع نہیں ہوتی۔ ہمارے علاوہ علم الحدیث کی کوئی کتاب عقل کے عنوان سے شروع نہیں ہوتی۔ پہلا باب کتاب العقل والجہل۔ عقل اور جہل کا چیپٹر۔ دیکھو عقل کے مقابلے میں جہل ہے اور جہل کے مقابلے پر عقل ہے۔ حالانکہ ہونا چاہیئے تھا جہل کے مقابلے پر علم اور علم کے مقابلے پر جہل۔ لیکن کتاب مرتب کرنے والے نے عنوان رکھا "کتاب العقل والجہل"۔ اور اس کے back پر روایات ہیں محمدؐ و آلِ محمدؐ کی۔ وہ پھر کبھی سہی ورنہ بات سطح عمومی سے بہت زیادہ بلند ہوجائے گی۔
تو اس کتاب عقل والجہل کی پہلی روایت۔ تم تو جانتے ہو کہ میں بہت ہی کم

حدیثیں Quote کرنے کا عادی ہوں لیکن آج جی چاہا کہ تمہیں یہ جملے ہدیہ کردوں۔ اچھا دیکھو روایتوں کا سمجھنا بھی ایک دشوار عمل ہے اور جو میں تم سے کہنے جارہا ہوں وہ بڑی عجیب روایت ہے......... روایت میں ہے کہ اللہ نے عقل کو بلایا۔ عقل آ گئی کہا: پیچھے جا۔ چلی گئی۔ یعنی حکم الٰہی کی اطاعت کی۔

جہاں حکم الٰہی کی اطاعت ہو وہاں عقل ہے۔ یہ symbolic روایت ہے۔ اب اس سے زیادہ میں واضح نہیں کرسکتا۔ کیسے بلایا، کب بلایا۔ کیوں کر بلایا۔ یہ اللہ جانے یا معصوم جانے۔ عقل سے کہا: آ...... آ گئی...... کہا: جا...... چلی گئی۔ حکم الٰہی کی اطاعت کررہی ہے۔ اور جہل کو بلایا آ گیا۔ کہا: واپس جا...... اَڑ کے کھڑا ہوگیا کہ واپس نہیں جاؤں گا۔

غور کریں، جہاں حکم الٰہی کی پوری اطاعت ہو وہاں عقل ہے۔ جہاں ضد آ جائے وہ جہل ہے۔ قصہ آدمؑ میں ہم نے یہی دیکھا۔ کہ جب حکم دیا سجدہ کر۔ جو عقل والے تھے انہوں نے سجدہ کرلیا۔ جو جہالت میں پڑا تھا وہ اڑ گیا یا نہیں۔ اب میں یہاں تمہیں ایک جملہ ہدیہ کروں۔ کہنے لگا: میں افضل۔ بھئی عجیب احمق ہے۔

اللہ تو مٹی اور آگ دونوں کا خالق ہے کیا اسے نہیں معلوم کہ افضل کون ہے کمتر کون ہے؟ تو صاحبِ علم کے سامنے اکڑ جانا ہی تو ابلیسیت ہے نا!

بھئی عجیب بات ہے۔ تُو خدا کی مخلوق اور خدا کے سامنے کہہ رہا ہے۔ میں افضل۔ تو پروردگار نے کہا! افضلیت کا فیصلہ میری مرضی پہ ہوگا اب جو بھی مجھ سے ہٹ کر اپنی افضلیت کا اعلان کرے گا اسے رجیم بنا کے نکالوں گا چاہے آج چاہے کل۔

اب سنو! جہل کی دو ضدیں ہیں۔ ایک عِلم دوسری عقل۔ تو جب ایک ہی شے کی دو ضدیں ہوں گی عِلم اور عقل تو جب دونوں ایک ہوں گی جو علم ہوگا وہی عقل ہوگی۔ اور جو عقل ہوگی وہی عِلم ہوگا۔ میں نے دقیق ترین فلسفیانہ مسئلہ کو آسان ترین الفاظ میں تمہاری خدمت میں ہدیہ کیا ہے۔ کہ جب ایک شے کی دو ضدیں ہوں گی تو وہ دونوں ضدیں ایک ہوں گی۔ جہل کی ضد ہے عِلم، جہل کی ضد ہے عقل۔ عقل ہی عِلم ہوگی

اور علم ہی عقل ہوگا۔ اب پروردگار نے آواز دی۔

ولقد اخترنٰھم علیٰ علمٍ علی العالمین (سورہ دخان آیت ۳۲)

ہم نے انبیاء کو جو منتخب کیا وہ علم کی بنیاد پر ہے جہل کی بنیاد پر نہیں ہے۔

میں نے ابھی عرض کیا کہ سارے جانداروں میں انسان ہی وہ واحد مخلوق ہے جس کے پاس عقل ہے۔ اور جہاں عقل ہے وہاں علم ہے۔ یہی سبب ہے کہ جانوروں کے پاس معلومات تو ہیں علم نہیں ہے۔

ولقد اخترنٰھم علیٰ علمٍ علی العالمین جنہیں ہم نے عقلوں کی ہدایت کے لئے بھیجا انہیں علم کی بنیاد پر منتخب کیا اور اب آواز دی۔

فمن حآ ءَجک فیہ من بعد ماجآک من العلم۔ (سورہ آل عمران ۶۱)

حبیب علم آ گیا اب کوئی حجت کرے تو بحث نہیں ہوگی مباہلہ ہوگا۔

یہ مقام علم ہے "قل رب زدنی علماً"۔

حبیب دعا مانگ۔ مالک میرے علم میں اضافہ کردے۔

محمدؐ رسول اللہ کی دعا ہے۔ مجھے علم دے دے۔ نہیں، میرے علم میں اضافہ کردے !

جب علم ہوگا جب ہی تو اضافہ ہوگا۔ تو وہ جو صاحب علم ہے اسے کب تک ان پڑھ کہتے رہو گے؟

میں آیات پڑھ رہا تھا اور کیا حدیث کساء کا جملہ بھول گئے۔

اعلموا یا ملائکتی ویاسکان سماواتی

اے میرے فرشتوں !اور اے میرے آسمانوں میں رہنے والو!علم حاصل کرو کہ میں نے کائنات بنائی ہے، ان پانچ کے لئے۔ تو پنجتن کے فضائل بھی علم ہیں۔ اور ابھی یہ طے ہو چکا ہے کہ علم کی ضد ہے جہل تو اب جو انکارِ فضائلِ پنجتن کرے......... اس کے لئے آپ کا فتویٰ کیا ہے۔

مقام علم، مقام عقل ہے جو علم ہے وہ عقل ہے، جو عقل ہے وہ علم ہے۔

کیا وہ روایت بھول گئے

اطلب العلم من المھد الی اللحد۔ علم حاصل کرو جھولے سے قبر تک۔

دنیا کی ہر درس گاہ میں دورانیہ ہے۔ اسکول میں اتنے سال، کالج میں اتنے سال، یونیورسٹی میں اتنے سال۔ اس کے بعد فارغ التحصیل۔ اب علم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اللہ کی درس گاہ میں علم حاصل کرو جھولے سے قبر تک۔ تو جھولے سے علم تو حاصل ہوتا ہے۔ بچہ ماں باپ کی گود سے علم لیتا ہے لیکن یہ قبر میں کیسے علم جائے۔ بھئی مُردہ سنے گا نہیں۔ مُردے سنتے نہیں ہیں۔ وہ سنیں کیا؟ ......کوئی سنائے کیا؟...... لیکن روایت ہے سچے رسولؐ کی "کہ قبر تک علم پہنچاؤ"

اب سمجھ میں آیا کہ ہم جو شانہ ہلا ہلا کے علم دیتے ہیں۔ تو علم دینے کے لئے قبر تک کوئی نہیں جاتا سوائے ہمارے کہ ہم نے علم وہاں بھی پہنچایا۔ اب تم پوچھ سکتے ہو کہ مُردے کو علم کی ضرورت کیا ہے؟ ......تو کیا بھول گئے قران کی آیت سورہ نحل سولھواں سورہ قران کا۔

واللّٰہ خلقکم ثم یتوفکم ومنکم من یردالیٰ ارذل العمر لکی لایعلم بعد علمٍ شیئا۔ (آیت ۷۰)

انسان پڑھتا ہے لکھتا ہے لیکن بڑھاپے میں جاہل ہوجاتا ہے۔ قران ہے!...... تو اب جو قبر میں گیا تو جاہل گیا۔ تو سوالات کے جوابات کیا دے گا اگر لاعلم ہے۔

جھولے سے قبر تک علم کا دورانیہ ہے۔ ہم نے بھی یہی کیا جب جھولے میں آیا تو کان میں علم دیا جب قبر میں آیا تو کان میں علم دیا۔ ہمارے علاوہ کسی نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا۔

صاحب علم کی حیثیت پر ایک آیت اور بھی سنتے جاؤ۔ سورہ زمر۔

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون (آیت ۹)

حبیب کہہ دے پوری دنیا سے کہ جاہل اور عالم برابر کھڑے نہیں ہوسکتے تو جو اللہ یہ پسند نہ کرے کہ جاہل عالم کے پاس کھڑا ہوجائے وہ یہ کیسے پسند کرے گا کہ جاہل

آ گے ہو عالم پیچھے ہو؟.......

مقامِ علم سمجھ رہے ہونا! **هل يستوی الذين يعلمون والذين لايعلمون**

پہلی آیت **فمن حآجک فيه من بعد ماجآءک من العلم۔**

(سورہ آل عمران آیت ۶۱)

دوسری آیت ۔ **لقد اخترناهم علی علم علیٰ العالمين**

(سورہ دخان آیت ۳۲)

تیسری آیت ۔ آیتیں بہت ہیں میں نے بہت مختصر آیتیں تمہیں ہدیہ کیں ۔ اور اب: **اطلب العلم من المهد الی اللحد۔**

جو علم ہے وہی عقل ہے، جو عقل ہے وہی علم ہے ۔ یعنی علم اور عقل میں لفظوں کا اختلاف ہے۔ علم اور عقل کے معنی ایک۔ اب تین روایتیں سنو۔ روایتیں سات یا آٹھ ہیں۔

اول ماخلق اللّٰه العلم۔ سب سے پہلے اللہ نے علم کو خلق کیا۔

اول ماخلق اللّٰه العقل۔ سب سے پہلے اللہ نے عقل کو خلق کیا۔

اول ماخلق اللّٰه نوری۔ سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو خلق کیا۔

بھئی سب سے پہلے تو ایک ہی چیز ہوگی نا! اب نبیؐ کی زبانِ مطہر سے جملے نکلے۔ سب سے پہلے عِلم کو خلق کیا، سب سے پہلے عقل کو خلق کیا، سب سے پہلے میرے نور کو خلق کیا۔ تو یہ بات کیا ہے؟ تو بات صرف اتنی ہے کہ عِلم اور عقل ''محمدؐ'' ہی کے نام ہیں کسی اور کے نہیں ۔ اب علم کہو یا محمد تمہاری مرضی ، اب عقل کہو یا محمد تمہاری مرضی ۔ اب معراج سمجھ میں آئی ۔ یہ علم و عقل کا سفر تھا اپنے مرکز کی طرف۔

اور وہ جو لے جانے کے لئے آیا ہے وہ ہے مَلَک ۔ ہزاروں مرتبہ تم نے سنا لیکن اب میری ناقص زبان سے بھی جملہ سنتے جاؤ۔ جبرئیلؑ ساتھ چلے ، جبرئیل مَلَک تو ہیں لیکن اول مخلوق نہیں ہیں اس لئے حد ختم ہوگئی اور یہ کہہ کرر کے کہ یا رسول اللہ اگر میں ذرا سا آگے بڑھ جاؤں تو میں جل جاؤں گا........ کتنا شریف فرشتہ تھا۔ کہ حد پہچان کے

رک گیا۔ اگر کوئی اور ہوتا اور اپنا جیسا سمجھ کے ساتھ چلا جاتا تو جل جاتا یا نہیں ؟ عجیب المیہ ہے کہ کلمہ پڑھنے والے کہہ رہے ہیں کہ محمدؐ ہم جیسا لیکن کسی نے یہ نہیں کہا کہ علیؑ ہم جیسا۔ وہاں عین رحمت ہے تو گنجائش ہے نظر انداز ہوجانے کی لیکن اگر کہہ دیں کہ علیؑ ہم جیسا تو مقابلے پر مرحب ہے اب مار کے آنا ہوگا بھاگنا نہیں ہوگا۔

پہچانو مقام ختم نبوت کو۔عیسٰی علیہ السلام الوالعزم نبی ہیں ، صاحب شریعت ہیں ، صاحب انجیل ہیں۔لیکن ان کی پوری زندگی مکمل نمونہ نہیں ہے انسانیت کے لئے ۔ اس لئے کہ جب ان سے کوئی یہ پوچھتا ہے کہ آپ میرے نبی ہیں ، میرے ideal ہیں، بتلایئے کہ آپ کی سیرت میں بیوی سے سلوک کیسا ہے؟..........

عیسٰی علیہ السلام یہی تو کہیں گے نا ! کہ میں نے تو شادی ہی نہیں کی تو سیرت کا یہ حصہ خالی رہ گیا۔ جاؤ چرچوں سے پوچھو کہ مسیح کا کیا رویہ تھا اپنی اولاد کے ساتھ چرچ یہی جواب دے گا کہ جب شادی ہی نہیں کی تو اولاد کہاں؟ تو یہ خانہ خالی رہ گیا۔

میرے نبیؐ کا کوئی خانہ خالی نہیں ہے، اچھا بھائی ، اچھا بھتیجہ، اچھا شوہر، اچھا باپ، اچھا دوست، صحابہ کرام کا۔سب کے سامنے ہے نا۔ پورا کردار میرے نبی کا مکمل ہے۔کہیں سے انسانی زندگی کا کوئی خانہ خالی نہیں ملے گا۔لیکن اب میں پوچھ رہا ہوں پوری دنیا کے مسلمانوں سے کہ نبیؐ کی ماں جب نبیؐ پانچ سال کے تھے تو انتقال کرگئیں ۔ نبیؐ کے باپ نبیؐ کی پیدائش سے پہلے انتقال کرگئے تو اب نبیؐ کو ماں باپ کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیئے ؟ .... یہ خانہ خالی رہ جاتا اگر ابوطالبؑ اور فاطمہ بنت اسدؑ نہ ہوتے۔

بڑا اچھا مسلمان ہے جو آج تک میرے نبیؐ کی سیرت پر عمل کررہا ہے۔ ڈیڑھ ہزار برس گزر گئے لیکن سنت کی حفاظت کررہا ہے، لیکن مونچھیں ترشوانے والے ، اٹنگا پیجامہ پہننے والے یہ قابل عزت ہیں، قابل احترام ہیں کہ نبیؐ کی سیرت پر عمل کررہے ہیں۔ یہ ان سیرتوں پر تو عمل کررہے ہیں لیکن یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ نبیؐ کی سیرت تھی حسینؑ پر رونا۔

ترمذی شریف کی روایات ہیں ۔ دوسرے مقامات پر بھی روایات ہیں کہ نبیؐ نے بچے کی پیدائش پر گریہ کیا۔ دیکھو نبیؐ ہے رحمت اللعالمین ۔ نبیؐ میں محبتیں بھی ہیں، شفقتیں بھی ہیں۔ مہربانیاں بھی ہیں، کچھ تمہیں یاد ہے کہ جنگ احد میں جب امیر حمزہ سید الشہدا شہید ہوئے۔ سگے چچا ہیں ، میرے نبیؐ کے ۔ جب شہید ہوئے تو ان کی سگی بہن ہیں حضرت صفیہؓ وہ آنے والی تھیں اپنے بھائی کے لاشے پر۔

رسولؐ کو اطلاع ملی کہ حمزہؑ کے لاشے پر حمزہ کی بہن آرہی ہیں۔ علیؑ سے کہنے لگے۔ علیؑ کوئی ایسی صورت کرو کہ فوراً لاشے پر ایک چادر ڈال دو۔ بہن آرہی ہے۔ بھائی کے جنازے پر نگاہ نہ پڑے .... اب جلدی میں علیؑ کیا لاتے انہوں نے اپنے دوش سے عباء اتاری حمزہؑ کے لاشے پر ڈال دی۔ علیؑ کا قد چھوٹا تھا۔ حمزہ طویل قامت تھے۔ حمزہ کا پاؤں عبا سے باہر تھا۔ علیؑ نے گھاس جمع کی ۔ پاؤں کو چھپا دیا تا کہ بہن کی نگاہ بھائی کے جنازے پر نہ پڑے۔

جب کبھی میں اس واقعے کو پڑھتا ہوں تو مجھے وہ (کربلا کی) بہن یاد آتی ہے۔

حضرت صفیہؓ آئیں ۔ بھائی پر گریہ کیا۔ رسول اللہؐ نے بھی گریہ کیا، بات ختم ہوگئی۔ اب مدینہ کے ہر گھر سے کوئی نہ کوئی تو شہید ہوا تھا اس لئے ہر گھر سے رونے کی صدا بلند ہورہی تھی اپنے شہیدوں کے لئے .... اور صفیہ اپنے شہید پر رو کر خاموش ہوچکی تھیں۔

اب پیغمبرؐ کے جملے کے وزن کو محسوس کرنا ۔ کہنے لگے۔ **اما عمی حمزہ فلا بوا کہ** سارے گھروں میں اپنے شہیدوں پر ماتم ہورہا ہے لیکن میرے چچا پر رونے والا کوئی نہیں۔

کتنے اچھے تھے صحابہ کرام، دوڑتے ہوئے اپنے گھروں کو گئے ۔ اور اپنی عورتوں سے کہا ! اپنے کشتوں پر گریہ ختم کرو پہلے رسولؐ کے چچا پر گریہ کرو۔

اب رسولؐ جو چلے تو ہر گھر میں حمزہؑ کا تذکرہ تھا۔ ہر گھر میں حمزہؑ پہ گریہ ہورہا تھا۔ رسولؐ خوش ہوئے ۔ وہ جو عورتیں رو رہی تھیں نا ! حمزہ کا نام لے لے کر ان سے کہنے لگے رضی اللہ عنکنا۔ وعن ازواجکنا وعن اولادِکنا وعن اولادِ اولاد کنا۔

اللہ تم سے راضی ہو۔ اللہ تمہارے شوہروں سے راضی ہو، اللہ تمہاری اولاد سے راضی ہو اور اللہ تمہاری نسل سے راضی ہو۔ تم نے میرے شہید پہ گریہ کیا۔

تو اللہ اس سے راضی جو شہید پہ گریہ کرے۔

ہم صرف حسینؑ پر نہیں روتے، جو حسینؑ پر شہید ہوگئے ہم ان پر بھی روتے ہیں۔ کیا حُر کو بھول گئے؟ وہ جس نے حسینؑ کا راستہ روکا تھا۔ آگے بڑھ کر لجام فرس پر ہاتھ ڈال دیا تھا۔

میں نے تمہارے سامنے یہ عرض کیا تھا کہ کسی شریف انسان کے گھوڑے کی لگام کو تھام لینا اس کی شان میں بہت بڑی گستاخی ہے اور بہت بڑی بہادری بھی ہے۔ تو حُر بہادر تو تھا لیکن اس نے گستاخی کی کہ اس نے حسینؑ کے گھوڑے کی لگام تھام لی۔

حسینؑ نے اس گستاخی کا جواب ایک جملے میں دیا! حُر تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے۔ تیری یہ مجال!........

حُر اتنا بڑا بہادر ہے لیکن کانپنے لگا۔

کہا: فرزند رسولؐ آپ نے تو میری ماں کا نام لے لیا لیکن میری مجبوری یہ ہے کہ میں آپ کی ماں کا نام وضو کے بغیر لے بھی نہیں سکتا۔

ابھی یہ جملہ حُر کی زبان سے نکلا تھا۔ عباسؑ دور کھڑے ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ تلوار کھینچی۔ گھوڑے کو بھگاتے ہوئے آئے کہا: حُر یہ کس کی ماں کا نام لے رہا تھا۔ اگر دوبارہ نام تیری زبان پر آیا تو میں زبان کاٹ کر تیری ہتھیلی پر رکھ دوں گا۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

مجلس چہارم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾

عزیزانِ محترم! سورۂ بنی اسرائیل کی دو آیتوں کے ذیل میں ''میراث عقل اور وحی الٰہی'' کے عنوان سے یہ ہمارا چوتھا سلسلۂ گفتگو ہے۔ پچھلی تقریریں دو جملوں پر رکی تھیں۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ پوری انسانیت کو پروردگار نے قرآن مجید میں اس بات کی طرف متوجہ کیا کہ تمہیں اپنی عقلوں کو کام میں لانا ہے اور دوسری بات یہ تھی کہ پوری دنیا کی کوئی الہامی کتاب اس طریقہ سے عقل پر بات نہیں کرتی جس طریقہ سے قرآن مجید نے بات کی ہے۔

قرآن نے قدم قدم پر عقل کا تذکرہ کیا ہے۔ ''یعقلون'' قرآن مجید میں بتیس مقامات پر آیا ہے۔

''تعقلون'' قرآن مجید میں چوبیس مقامات پر آیا ہے۔

''ان کنتم تعقلون'' ہم نے بات تو بیان کر دی کاش تم اس بات کو سمجھتے اور عقل سے کام لیتے۔

''لعلکم تعقلون'' ہم یہ بات اس لیے بیان کر رہے ہیں تا کہ تم عقل سے کام لو۔

تو جو دین آیا ہی ہو یہ بتلانے کے لیے کہ عقل سے کام لینا ہے اس دین کی ہدایت کرنے والا ایک لحہ بھی عقل سے الگ نہیں ہوسکتا۔

آواز دی سورۂ نحل میں ''وَسخر لکم الیّل و النھار والشمس و القمرؕ والنجوم مسخرات بامرہ ط ان فی ذالک لاٰیتٍ لقوم یعقلون''۔(آیت ۱۲)

اس سے اوپر کی آیتیں بھی سنتے جاؤ''ھو الذیؔ انزل من السمآءِ مآ ءً لکم منه شراب وّ منه شجر فیه تسیمون ٥ یُنۡبِتُ لکم به الزر ع والذیتون و النخیل و الاعناب و من کلّ الثمرات ط ان فی ذٰلکَ لاٰیة لقوم یتفکرون''(آیات ۱۰-۱۱)

ہم نے آسمان سے پانی برسایا۔ اسی پانی کو تم پی رہے ہو، اسی پانی سے چارہ اگ رہا ہے، اسی پانی سے درخت اُگ رہے ہیں۔ اسی چارے کو تم اپنے مویشیوں کو کھلا رہے ہو۔ عقل سے کام کیوں نہیں لیتے۔ اس نے تمہارے لیے سورج کو مسخّر کیا، چاند کو مسخّر کیا۔ رات کو مسخّر کیا، دن کو مسخّر کیا۔

والنجوم مسخرات بامرہ۔ اور ستاروں کو اپنے امر پر مسخر رکھا۔

ان فی ذلک لاٰیتٍ لقومٍ یعقلون۔ ہم نے اس میں نشانی رکھی ہے صاحبانِ عقل کے لیے۔

میں نے کبھی اس منبر سے ایک جملہ کہا تھا اسے ہدیہ کر رہا ہوں۔ مولانا عقیل الغروی کو جو پُر فکر خطیب اور عالم ہیں۔ ہم نے سورج کو مسخر کیا تمہارے لیے، چاند کو مسخر کیا تمہارے لیے اور ستارے اپنے کنٹرول میں رکھے...... پروردگار جو بڑے تھے ان کو انسان کے اختیار میں دیا اور جو چھوٹے چھوٹے ستارے ہیں وہ تیرے اختیار میں؟...... تو چاہو سورج پلٹا لو۔ چاہے چاند توڑ دو۔ لیکن ستارے کا اختیار اپنے پاس رکھوں گا۔ تا کہ

کبھی اترے تو میری مرضی کا نمائندہ بن جائے۔

ان فی ذلک لایۃ لقوم یعقلون ۔ ہم نے نشانی رکھی ہے ان چیزوں میں صاحبانِ عقل کے لیے۔ پھر فرمایا اسی سورۂ نحل میں

واللہ انزل من السمآء مآء فاحیا بہ الارض بعد موتھا ط ان فی ذلک لایۃ لقوم یسمعون (آیت ۶۵)

اس اللہ نے آسمان سے پانی برسایا اور مردہ زمین کو اس پانی سے زندہ کر دیا اس میں بھی نشانی ہے صاحبانِ عقل کے لیے...... کتنی آیتیں گنواؤں۔

بجلی کڑکے، بادل گرجے، پودہ اگے، دن آئے، رات آئے۔

ان فی ذلک لایۃ لقوم یعقلون ۔ان ساری چیزوں میں ہم نے نشانی رکھ دی ہے۔

صاحبانِ عقل کے لیے۔ تو بات سمجھ میں آ گئی ہے؟...... سورج چمکے عقل سے کام لو۔ چاند روشنی دے عقل سے کام لو۔ پانی برسے عقل سے کام لو۔ بجلی کڑکے عقل سے کام لو۔ تو قرآن کا پوری انسانیت کے نام یہ پیغام ہے کہ ہمارے جتنے بھی مظاہر فطرت ہیں ان میں عقل سے کام لو۔

آج تمہاری ماڈی ترقیاں جتنی بھی ہیں وہ مظاہر فطرت میں عقل سے کام لینے کا نتیجہ ہیں۔ آج تم میں، تمہاری تہذیب میں اور تمہارے معاشرے میں جو بھی ترقی کے آثار نظر آ رہے ہیں وہ مظاہر فطرت میں عقل سے کام لینے کے سبب ہیں۔ انسان نے عقل سے کام لیا، مظاہر فطرت میں ترقی کی ،زمان و مکان کی طنابیں کھینچ لیں، خلاؤں میں چلا گیا، سمندروں کے سینے چاک کر دیئے، شمسی توانائی کو اسیر بنالیا، چاند پر اس کے قدم اتر گئے۔

ومآ اوتیتم مّن العلم الاّ قلیلاً ۔ (سورۂ بنی اسرائیل آیت ۸۵)

اب میں پھر متصل ہو رہا ہوں پہلے جملے سے۔ تمہیں جو علم دیا گیا ہے وہ بڑا قلیل ہے۔ اس قلیل علم پر تم نے سورج کی توانائی اسیر کر لی۔ تمہارے قدم چاند پر اُتر گئے۔ تم نے ستاروں پر کمندیں ڈال دیں۔ تو پھر وہ جن کے پاس علم کثیر ہو اگر سورج پلٹا ئیں تو

تعجب نہ کرنا، اگر ستارہ اتاریں تعجب نہ کرنا، اگر چاند کو توڑ دیں تو تعجب نہ کرنا۔

تو انسان نے اس وقت تک جتنی بھی ترقی کی وہ مظاہرِ فطرت میں اور کائنات میں عقل سے کام لینے کے سبب کی۔ کیسی کیسی مشینیں ایجاد کی ہیں۔ اگر میرا یہ Message پہنچ گیا تو میں سمجھوں گا کہ موضوع کے تقاضے پورے ہوگئے۔ تمہیں ٹھنڈا پانی چاہیے، مشین ہے۔ تمہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے مشین کی ضرورت ہے، مشین ہے۔ تم خلاؤں میں سفر کرنا چاہتے ہو، مشین ہے۔ کون سی ایسی شے ہے جس کے لیے انسان نے مشین ایجاد نہیں کی۔

لیکن میں پوری انسانیت سے سوال کر رہا ہوں کہ تم نے اس دنیا کے لیے اتنی مشینیں ایجاد کیں آخرت کے لیے کوئی نجات کی مشین ایجاد کی یا نہیں؟...... تم نے عقل سے کام تو لیا فقط اس دنیا کے لیے۔ اگر تم چاہتے کہ آخرت کی طرف جاؤ تو تم آخرت کے لیے بھی کام کرتے۔ یہ تمہارا معاشرہ جو مادّی طریقے سے اعلیٰ ترین معاشرہ ہے وہ روحانیت کی رُو سے بدترین معاشرہ ہے۔ بس یہی سمجھ میں آیا کہ عقل مستقل نہیں ہے اسے بھی کسی رہنما کی ضرورت ہے۔

اگر عقل مستقل بالذات ہوتی یعنی عقل کے سوا کسی اور چیز کی ضرورت نہ ہوتی تو اللہ پہلے ہی دن انسان کو عقل کے حوالے کر دیتا، کسی وحی الٰہی کی ضرورت نہیں تھی۔ تو میراثِ عقل بے کار ہے۔ اگر وحیِ الٰہی ساتھ میں نہ ہو۔

پہلا انسان جو آیا ہے وہ ''صاحبِ وحیٔ'' ہے۔ اور آخری انسان جو آیا نبوت کے سلسلے میں وہ ''صاحبِ وصیٔ'' ہے۔ پہلا جو تمہارا باپ ہے ساری انسانیت کا باپ ہے۔ (اس کے ذریعے) پہلے دن سے اللہ نے تمہیں ہدایت سے خالی نہیں رکھا۔ ہدایت چلتی رہی اور ۲۸ صفر ۱۱ھ کو میرے نبی پر وہ ہدایت مکمل ہوگئی تو جو ہدایت آدمؑ سے چلی تھی وہ ۲۸ صفر ۱۱ھ کو رک گئی اب میں اپنے سننے والوں سے پوچھنا چاہ رہا ہوں کہ اگر انسان کی ہدایت کی ضرورت نہیں تھی تو پہلے ہی دن ہادی نہ دیتا اور اگر ضرورت ہے تو

۱۱ھ کے ۲۸ صفر کے بعد ہدایت کا وسیلہ کیا ہے؟

آدمؑ پہلے نبی اور رسول اکرمؐ آخری نبی اور آخری نبی پر ہدایت ختم ہوگئی۔ لوگوں کا خیال ہے! تو اگر آخری نبی پر ہدایت ختم ہوگئی تو میں ایک سوال عقل رکھنے والوں سے کرنا چاہ رہا ہوں کہ اگر ہدایت ختم ہوگئی تو کیا انسان ہدایت سے بے نیاز ہوگیا؟...... جو ضرورت اس وقت تھی وہی ضرورت اس وقت ہے۔ تو اگر نبوت ختم ہوگئی تو پروردگار تیری ہدایت کا بندوبست کیا ہے؟ اگر پہلے ضرورت تھی تو آج بھی ہدایت کی ضرورت ہے۔ ایسا تو نہیں ہے کہ اتنے عقل مند ہوگئے ہو کہ اب تمہیں ہدایت کی ضرورت نہیں ہے...... بھئی ہے۔ تمہاری عقلوں کے اختلاف بتلاتے ہیں کہ تمہیں ہدایت کی ضرورت ہے تو اگر بعدِ رسولؐ ہدایت کی ضرورت ہے تو رسول تک جو ہدایت آئی اس کا نام ہے نبوت۔ مالک اب نبوت کے بعد کیا ہوگا۔

کہا: کیا آیت بھول گئے۔ **یوم ندعوا کل اناس باما مھم**

قیامت میں ہر انسان کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

عقلوں کو کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے اسی لیے قرآن نے بار بار عقلوں کا تذکرہ کیا۔ سورۂ بقرہ آیت کا نشان ۲۶۶۔

ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ من نخیل و اعناب تجری من تحتھا الانھار لہ فیھا من کل الثَّمرات و اصابہ الکبر ولہ ذریۃ ضعفآءُ فاصابھآ اعصار فیہ نار فاحترقت ط کذلک یبین اللّٰہ لکم الاٰیٰت لعلکم تتفکرون

تم سے ایک ایک سے خطاب ہے اللہ کا اور قیامت تک کے انسان سے خطاب ہے۔

کیا کوئی تم میں یہ پسند کرے گا کہ اس کے پاس ایک باغ ہو جس میں پھل ہوں، نخیل ہوں، اعناب ہوں، سارے پھل ہوں اور وہ ایسا باغ ہو کہ جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ باغ تو ہے لیکن تم بوڑھے ہوگئے اور تمہاری ذریت کمزور ہے اور اتنے میں ایک گرم جھونکے کا بگولہ چلا جس نے باغ کو اپنی

لپیٹ میں لے لیا اور باغ جل گیا۔ اللہ اپنی نشانیوں کو اسی طریقے سے بیان کرتا ہے تا کہ تم اس کی نشانیوں میں فکر کرو۔

اس آیت میں پوری انسانیت کو یہ پیغام ہے کہ تم ہو نسل موجود۔ جب اس دنیا سے جاؤ تو نسلِ مستقبل مضبوط ہو تا کہ تمہارا باغ بچا رہے۔

بات ذرا سی سطح عمومی سے بلند ہوگئی ہے۔

یہ دنیا کے چھوٹے چھوٹے باغ جن کے لیے تم چاہتے ہو کہ ذریت مضبوط رہے تو میرے محمدؐ نے کائنات میں جو سب سے بڑا باغ لگایا؟!

تم کیا تمہارے باغ کی حقیقت کیا میرے نبی کے سامنے!...... میرے نبی نے جو باغ لگایا ہے دین کا، جو باغ لگایا ہے اسلام کا، کیا کمزور ذریت کے حوالے کر جائے؟...... نہیں ذریت کو مضبوط بناؤں گا۔ تو یا رسول اللہ ذریت کو کیسے مضبوط بنائیں گے؟...... کہا: چادر میں لوں گا اور کہوں گا پروردگار میں ان کا دوست یہ میرے دوست۔

دیکھو کیسا مضبوط بنایا ہے، کہا: چادر میں لوں گا اور کہوں گا یہ مجھ سے میں ان سے اور مالک جوان کا دشمن وہ میرا دشمن۔

دفاعی معاہدہ کیا رسولؐ نے آلِ محمدؐ سے۔

انا حرب لمن حاربھم۔ وسلم لمن سالھم

جو ان کا دشمن وہ میرا دشمن۔ جو ان کا دوست وہ میرا دوست۔

کتنا مضبوط بنایا آل محمدؐ کو۔ لیکن یا رسول اللہؐ یہ کام آپ نے گھر میں کیا۔ گھر کی بات گھر میں رہ جائے گی۔ کہا: مت گھبراؤ! اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک غدیر میں اس کی مولائیت کا اعلان نہ کر دوں۔

اور اب سورۂ زمر میں آواز دی۔ **فبشر عباد ○ الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه ط اولئک الذین ھداھم اللّٰه وَاولٓئک ھم اولوا الباب**

(آیات ۱۷۔۱۸)

حبیب یہ جو میرے بندے ہیں ان تک پیغام کو پہنچا دے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو سنتے سب کی ہیں لیکن ہر ایک کی مانتے نہیں ہیں۔

"فیتعبون احسنه" جو سب سے اچھی بات ہو اسے مانتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی اللہ نے ہدایت کی ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو صاحبانِ عقل ہیں۔

سنو سب کی لیکن پیروی کرو احسن کی۔ صاحبِ عقل وہ ہے جو سنے سب کی لیکن احسن بات پر عمل کرے۔ احسن یعنی بہترین Superlative آج آف دی ریکارڈ باتیں، سوچ کر کچھ آیا تھا اور اب ایجنڈا کچھ تبدیل ہو گیا ہے۔ کہنے لگا:۔

"ثم انشانه خلقاً آخر ط فتبارک اللّٰہ احسن الخالقین۔"

(سورۂ مومنون آیت ۱۴)

اللہ خالقوں میں احسن۔ بھئی آیت تو یہی ہے "فتبارک اللّٰہ احسن الخالقین" تمام خالقوں میں "اللہ" احسن اور جب اللہ نے انسان کو بنایا تو آواز دی۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم o والتین و الزیتون o وطور سینین o و هذا البلد الامین o لقد خلقنا الانسان فیِ احسن تقویمo اللہ احسن الخالقین انسان احسن تقویم اور اب انسان کی ہدایت کے لیے جو کتاب بھیجی۔

سورۂ زمر۔ اللّٰہ نزل احسن الحدیث کتاباً متشا بھاً (آیت ۲۳)۔

یہ کتاب احسن۔ دیکھ رہے ہو پروردگار کا اندازِ بیان! میں احسنِ خالق میری مخلوق انسان جسے عقل دی ہے احسنِ تقویم۔ میری کتاب احسن الحدیث۔

تمہاری وجہِ خلقت "لِیَبْلُوَکُم ایکم احسن عملاً" (سورۂ ملک آیت ۲) ہم نے تمہیں اس لیے پیدا کیا کہ ہم امتحان لیں کہ تم میں بہترین عمل کرنے والا کون ہے...... احسن کا سلسلہ چل رہا ہے احسنِ عمل کا امتحان ہے۔ مالک جزا کیا دے گا؟

ولنجزینھُم اجرھم باحسن ما کانوا یعلمونo (سورۂ نحل آیت ۹۷)

ہم ان کے عمل سے کئی گنا زیادہ بڑی اور بہترین جزا دیں گے۔

اللہ Quantity پر نظر نہیں کرتا۔ احسن ہے احسن۔ اکثر نہیں ہے۔ اکثر Quantity ہے۔ احسن Quality ہے۔

بات وہ ہے جو احسن ہو۔تو جب بات میں یہ لازم ہے کہ احسن کی پیری کرو۔تو جب انسانوں کی پیروی کا مسئلہ آجائے تو کیا کسی بدترین کی پیروی کی اجازت دے دی جائے گی؟

اتباع کرو" احسنِ قول" کی تو آدمیوں میں جب اتباع کرو تو کیا بدتر انسان کی؟ نہیں جو احسن ہو۔کہاں ملے احسن؟......

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی۔ یحببکم اللّٰہ۔

حبیب کہہ دے اگر تم دعویٰ کرتے ہو اللہ کی محبت کا تو میرا اتبّاع کرو......

اب محمدؐ "احسن" اللہ "احسن" اس کی کتاب "احسن" اس کا قول "احسن"......

میرے محمدؐ کا اتبّاع کرو۔ ویسے اتبّاع کرو جیسے ہم کہہ رہے ہیں۔ اگر تم مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو تمہاری محبت کا ثبوت اس وقت ملے گا جب میرے محمدؐ کا اتبّاع کرو گے۔محبت اللہ سے اتباع محمدؐ کا۔تو جو بھی محمدؐ کا اتبّاع کرے گا۔ وہ محبت میں سچا ہے اور اللہ کا محبوب بن جائے گا۔

اب آف دی ریکارڈ باتیں کر رہا ہوں۔ دیکھو اتباع۔ پیروی کرو۔ میں نے کبھی تمہاری خدمت میں قرآن مجید کی ایک چھوٹی سی آیت پیش کی تھی۔

اَفَلا یَنظُرُونَ اِلَی الاِبِلِ کَیفَ خُلِقَتْ (سورۂ غاشیہ آیت ۱۷)

یہ لوگ اونٹ کی خلقت میں کیوں نہیں غور کرتے۔ یہاں بھی لفظ نظر استعمال ہوا ہے۔عقل استعمال کرو۔ اونٹ میں عقل استعمال کرو! اچھا "خلقت" کا جو صیغہ استعمال ہوا ہے یہ دلیل ہے کہ یہاں مراد اونٹنی ہے اونٹ نہیں۔ میں ترجمہ کردوں، یہ "ابل" میں غور کیوں نہیں کرتے کہ وہ کیسی خلق ہوئی ہے۔

کیسا خلق ہوا ہے نہیں......کیسی خلق ہوئی ہے تو تذکرہ اونٹنی کا ہے اور عجیب بات ہے کہ سارے جانوروں میں اونٹنی وہ واحد جانور ہے جو اپنے بچے کو ایک لمحے کے لیے

اپنے سے جدا نہیں کرتی۔

تیس سال ہو گئے میں نے اس منبر سے ابھی تک کوئی ذاتی بات نہیں کی۔ لیکن آج ایک ذاتی بات سنتے جاؤ۔ گزشتہ سال آٹھ مہینے پہلے میں لاہور گیا تھا۔ خود اپنی گاڑی ڈرائیو کر کے اور میں لاہور سے واپس آیا۔ واپس آتے ہوئے ایک مقام پر اونٹوں کا ایک ریوڑ تھا بہت بڑا اس میں چھوٹے بچے، بڑے بچے، جوان اونٹ، بڑے اونٹ سارے موجود تھے۔ ایک خوشنما سے بچے پر میری نگاہ جا کر رک گئی۔ اور میں نے وہیں اپنی گاڑی روک دی۔ میرے ساتھ جو لوگ تھے ان سے میں نے کہا کہ بھئی اونٹ والے سے کہو کہ یہ بچہ میرے قریب لائے میں اسے پیار کرنا چاہتا ہوں۔

انہوں نے جا کر پیغام دیا اور اس نے اس بچے کو پکڑا۔ جیسے ہی بچے کو پکڑا بچے نے تڑپنا شروع کیا اور عجیب وحشت ناک آوازیں نکالیں۔ اِدھر اس نے آوازیں نکالیں اُدھر اس کی ماں رُک گئی۔ وہ (اونٹوں والا) اپنی زبان میں کہنے لگا جو مجھے ترجمہ کر کے بتلائی گئی کہ آپ یہیں آ کر پیار کر لیں۔ اگر میں اسے اٹھا کر لاؤں گا تو ماں نہیں لانے دے گی اور بچہ اچھل کر ماں کی گود تک چلا جائے گا۔ تو عجیب جذبہ ہے اگر بچہ دور ہو تو ماں پریشان، اگر ماں دور ہو تو بچہ پریشان۔ کسی جانور میں یہ نہیں ہے۔ اونٹنی کا بچہ اور اونٹنی ان میں دوہرا رشتہ ہے۔

میرے علیؑ نے کہا: **کنت اتبعوہ اتباع الفصیل اثر امہ** میں اپنے محمدؐ کا اس طرح اتباع کرتا تھا جس طرح اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے چلتا ہے...... ساتھی سمجھ میں آ گیا؟!

ساتھی بتلاؤں...... سورۂ فتح کی آخری آیت

محمد رسول اللّٰہ ط والذین معہ۔ یہ "**معہ**"۔ محمدؐ کے ساتھی۔

محمدٌ رسول اللّٰہ۔

محمدؐ اللہ کے رسول ہیں "**والذین معہ**" اور کچھ لوگ ہیں جو ان کے ساتھ ہیں۔

ایک ساتھ ہے زمانے کا کہ ایک ہی زمانے میں ہم اور آپ دونوں ساتھ ہیں۔

ایک ساتھ ہے مکان کا کہ ایک ہی جگہ پر ہم دونوں ساتھ ہیں۔ زمانی اور مکانی معیت۔ ایک ساتھ ہے عقیدے کا کہ ہمارا رسول ڈیڑھ ہزار برس پہلے تھا ہم آج بھی اس کے ساتھ ہیں۔ یہ عقیدے کا ساتھ ہے اور ایک ساتھ ہے فضیلت کا۔

ومن یطع اللّٰہ و الرسول فا ؤلئک مع الذین انعم اللّٰہ علیھم

(سورہ نساء آیت ٦٩) جو خدا اور رسول کی اطاعت کرے وہ قیامت میں انبیاء کے ساتھ ہوگا۔ یہ فضیلت کا ساتھ ہے۔

ایسے میں کہا: **محمد رسول اللّٰہ ط والذین معہ**۔ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور کچھ ان کے ساتھی ہیں۔

دیکھو قران نے پیغمبر کے کئی نام لیے ہیں۔ یہ طٰہ ہے، یہ یٰسین ہے، یہ مزمل ہے، یہ مدثر ہے، یہ بشیر ہے، یہ نذیر ہے، یہ رؤف ہے، یہ رحیم ہے، یہ سراجِ مُنیر ہے، یہ رحمت اللعالمین ہے۔ نامعلوم کتنے نام لیے محمدؐ کے اتنی بات تو طے ہوگئی کہ پوری کائنات میں فضیلت میں کوئی نبی محمدؐ کے ساتھ نہیں ہے۔ تو اب یہ کون ہیں جن کے لیے قران کہہ رہا ہے کہ کچھ ہیں جو محمدؐ کے ساتھ ہیں؟

دیکھو میرا نبی سراجِ مُنیر ہے۔ پوری کائنات، کا سورج۔ رات کو ستارے ٹمٹماتے ہیں، جب سورج نکل آتا ہے، ستارے بجھ جاتے ہیں۔ چھوٹا نور بڑے نور کے سامنے جل نہیں سکتا۔ تو میرا نبی کائنات کا نور ہے اس کے سامنے کسی چھوٹے نور کی حیثیت نہیں ہے۔ کہ وہ اپنے نور کا اظہار کرے۔ تو سورج کے سامنے تو ستارے ڈوب جاتے ہیں۔ لیکن چاند کے مقابل میں ٹمٹاتے رہتے ہیں۔ اب سنو قران کی آیت!

یوم لایخزی اللّٰہ النبی والذین امنوا معہ ج نورھم یسعٰی بین ایدیھم و بایمانھم۔ (سورۂ تحریم آیت ۸) وہ لوگ جو محمدؐ کے ساتھ ہیں ان کا نور چمک رہا ہوگا۔ تو یہ محمدؐ کے سامنے کن کا نور چمکے گا؟ بھئی اسی کا چمکے گا جس کی طینت محمدؐ کی طینت ہو۔

اب سورۂ اعراف میں آواز دی **واتبعوا النور الذیٓ انزل معہ** (آیت ۱۵۷)

تنہا محمدؐ کا اتباع کافی نہیں ہے۔ اس نور کا بھی اتباع کرو جو ساتھ آیا ہے۔ آیتوں کو اپنے ذہن میں محفوظ کرتے چلے جاؤ۔ تین مقامات کی آیتیں۔ میں پہنچ رہا ہوں اس نام تک۔ نام نہیں ہے قران میں مگر آیتیں تو سنتے جاؤ۔

پہلی آیت: **محمد رسول اللّٰہ والذین معہ۔** (سورۂ فتح آیت ۲۹)

دوسری آیت **یوم لایخزی اللّٰہ النبی والذین امنوا معہ** ۔ (سورہ تحریم آیت ۸)

تیسری آیت **والذین واتبعوا النور الّذی انزل معہ** (سورہ اعراف آیت ۱۵۷) کوئی ہے جو محمدؐ کے ساتھ ہے۔ بھئی کہاں ڈھونڈیں اس محمدؐ کے ساتھی کو۔ تو ایک جگہ قران میں نظر آیا۔ ہم نے موسیٰؑ کو معجزے دے کے بھیجا۔

وجعلنا معہ اخاہ ھارون وزیرا (سورہ فرقان آیت ۳۵)

اور موسیٰؑ کے ساتھ ہم نے ہارون کو وزیر بنا دیا۔ تو اب اس موسیٰ کے ساتھ بھی ایک ہارون وزیر ہوگا۔ تاریخ میں موسیٰ دو ہیں۔ ہارون دو ہیں۔

میرے نبی نے کہا: **یاعلی انت منی بمنزلت ھارون من موسیٰ۔**

یا علی میں موسیٰ ہوں تو ہارون ہے۔

اب ذرا ہارونؑ کی اہمیت سمجھ لو۔

موسیٰ جاؤ فرعون کے دربار میں اس نے بڑی سرکشی اختیار کی ہے۔ یہ نبوت کا پہلا لمحہ ہے۔ موسیٰؑ کہنے لگے: ہارون کو وزیر بنا دے جب جاؤں گا۔

وزیر ملا ہے نبوت کے پہلے لمحے میں۔ تو موسیٰؑ کا وزیر وہ جب سے موسیٰؑ کی نبوت تب سے ہارونؑ کی وزارت......

میرے نبیؐ نے کہا: **کنت نبیاً و آدم بین المآء والتین۔**

اب جب سے نبیؐ کی نبوت ہے تب سے علیؑ کی وزارت ساتھ میں ہے۔

وزیر دینے سے پہلے اللہ موسیٰؑ سے کہہ رہا تھا۔ موسیٰ جاؤ اپنی نبوت فرعون کے دربار تک پہنچا دو۔ اور جب کہا کہ مجھے ایک وزیر دے دے تو اب اللہ کا لہجہ بدل گیا۔ تم

دونوں کہنا۔ یعنی موسیٰؑ کی دعوت میں ہارونؑ شریک ہیں۔ جب ہی تو کہا تھا علیؑ سے کہ ذوالعشیرہ کی دعوت دے کر آؤ۔

موسیٰؑ کی دعوتِ اسلام میں ہارونؑ شریک ہیں۔ ہارون کا کام فقط موسیٰؑ کی حفاظت نہیں بلکہ موسیٰؑ کے پیغام کی بھی حفاظت ہے۔

اب تنہا موسیٰؑ بات نہیں کریں گے ہارونؑ بھی بات کریں گے تو دعوت میں شریک ہیں۔ میرے نبیؐ نے جب کوئی بات کی تو کہا: ''میں۔'' ''ہم'' نہیں کہا۔ ''ہم'' میں ناز ہے۔ اور میرا نبیؐ صاحبِ خلق عظیم ہے۔ فروتنی کرتا ہے، انکسار کرتا ہے، تواضع کرتا ہے۔ میرے نبی نے کہا: **انا مدینة العلم و علی بابها۔ اناوعلی من نور واحد۔ انا و علی اباهذه الامة۔ انا وساعتک هاتین** ۔ میں اور قیامت دونوں ایک ساتھ متصل ہیں۔ **انا ابن عبدالمطلب** ۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

''میں''، ''ہم'' نہیں لیکن ایک جگہ عجیب جملہ ہے۔ **فقل تعالوا ندع ابناء نا ہم** بلائیں گے اپنے بیٹوں کو۔ بھئی یہ ''ہم'' کہاں سے آ گیا!؟ (اس لئے کہ) اب اس دعوتِ محمدؐ کے ساتھ علیؑ بھی شریک ہیں۔

اچھا تو موسیٰؑ کو مدد کرنے والا مل گیا۔ رسولؐ کو بھی مدد کرنے والا مل گیا۔ اب وزیر کہو، خلیفہ کہو، نصیر کہو۔ سب کے معنی ہیں مددگار۔ مدد کرنے والا۔ سورۂ تحریم کی چوتھی آیت اگر بسم اللہ سے Count کرو۔

فان الله هو مولاه و جبرئیل و صالح المومنین ۔ دنیا لاکھ سازش کرے محمدؐ کے خلاف کوئی پرواہ نہیں ہے اس کی مدد کرنے والے تین ہیں۔ اللہ مدد کرنے والا ہے، جبرئیلؑ مدد کرنے والے ہیں۔

وصالح المومنین اور جو مومنین کو صلاحیت ایمان دینے والا ہے وہ بھی مددگار ہے۔ (صلاحیت ایمان۔ نیا ترجمہ ہے)

تو یا رسول اللہؐ آپ بتائیں کہ وہ کون ہے جو مومنین کو ایمان کی صلاحیت دیتا

ہے۔ کہا: اب بھی نہیں سمجھے۔ یا علی حُبُّکَ ایمان۔ یا علیؑ تیری محبت ایمان ہے۔

اللہ کو نام لینے میں کیا پریشانی تھی؟...... سمجھانے کے لیے جملہ کہہ رہا ہوں۔ بھئی جب اللہ نام لے لیا۔ جبرئیل نام لے لیا تو صالح المومنین کا بھی نام لے لیتا کہ اس کی مدد کرنے والے تین ہیں۔ اللہ ہے جبرئیل ہے علیؑ ہے۔ لیکن (اس طرح) صرف اپنے زمانے تک مدد کرے گا نا! پورے سلسلہ، امامت کا تذکرہ ہے۔ دین پہ وقت آیا حسینؑ اٹھے یا نہیں؟

خدا کی قسم حسینؑ کا پورا اقدام دلیل ہے صاحبانِ ایمان کے لیے۔ حسینؑ تو امام ہیں۔ حسینؑ کے جو ساتھی ہیں ان کی نگاہوں پہ تعجب ہوتا ہے۔ عاشور کے دن دوپہر کو سعید آگے بڑھ کے آئے اور کہا: فرزندِ رسول ظہر کا وقت ہوگیا۔

فرمایا: نعم هذا اوّل وقتها۔ ہاں تم صحیح کہتے ہو اوّل وقت ہے۔ لیکن میں کیسے نماز پڑھوں تیر آرہے ہیں شدت کے ساتھ۔

کہا: مولا مت گھبرائیں۔ ہماری ماؤں نے تو اسی دن کے لیے پیدا کیا ہے۔ کہ ہم آپ پر قربان ہوجائیں۔

امام نماز پڑھ رہے ہیں اور پڑھا رہے ہیں۔ آگے سعید اور ان کے ساتھی کھڑے ہوئے تیروں کو اپنے جسم پہ روک رہے ہیں۔ میں نے جو یہ جملہ کہا ہے تو اُدھر سے ہیں چار ہزار تیر اور اِدھر ایک ڈھال کیا کرے گی، تو کبھی بازو پہ روکا کبھی پیشانی پہ روکا کبھی سینے پہ روکا۔ حسینؑ تک ایک تیر کو جانے نہیں دیا۔ ایک مرتبہ تیروں سے چھلنی ہوکر سعید زمین پہ آئے۔ حسینؑ نے نماز تمام کی۔ سعید کی آنکھوں میں تیر ہیں حسینؑ نے سعید کے سر کو اپنے زانو پہ لیا۔ سعید سمجھے کہ قاتل سر قلم کرنا چاہتا ہے۔

کہنے لگے: کہ بس اتنا رک جا کہ میرے مولا کی نماز پوری ہوجائے۔

حسینؑ نے کہا: سعید میں حسینؑ ہوں۔

کہا: مولا آپ نے نماز پڑھ لی۔

کہا: ہاں پڑھ لی۔ کہا: مولا بس ایک سوال ہے کہ آپ مجھ سے راضی ہیں نا!

کہا: سعید میں راضی ہوں۔ آواز دی۔ ''انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔''

تمہیں کچھ یاد ہے کہ پسرِ سعد نے کہا تھا: لشکر والو! گواہ رہنا کہ پہلا تیر حسینؑ کی طرف میں پھینک رہا ہوں اور اس کے بعد چار ہزار تیر اندازوں نے تیر پھینکے تھے۔ اور اصحاب حسینؑ گھوڑوں پر جم کے کھڑے تھے کہ کوئی تیر خیامِ حسینؑ تک پہنچنے نہ پائے اور گھوڑوں کے درمیان جو خالی جگہیں تھیں وہاں پیادے کھڑے ہوگئے تھے۔

جب تیروں کی بارش ختم ہوئی تو حسینؑ یہ دیکھنے لگے کہ کون ساتھی زندہ ہے، کون گزر گیا۔ دیکھتے جارہے تھے کہ اتنے میں کسی لاشے پر کسی عورت کو روتے ہوئے دیکھا۔

کہا: یہ کس کا لاشہ ہے۔

کہا: مسلمؑ ابن ادسجہ کا۔

کہا: میرا مسلم مرگیا؟......

کہا: نہیں مولا ابھی مسلم میں جان باقی ہے۔

حسینؑ مسلم کے لاشے پر آئے۔ اتنے میں حبیبؑ آگئے۔

کہا: مسلم تم اس دنیا سے جا رہے ہو۔ اپنی بیوی اور بچے کے لیے کوئی وصیت کر جاؤ۔ ایک مرتبہ مسلمؑ نے آنکھیں کھولیں۔ چوراسی (۸۴) برس کا شیر۔

کہنے لگے: حبیب بیوی کے لیے کوئی وصیت نہیں ہے بچے کے لیے کوئی وصیت نہیں ہے۔

اوصیک بھذا المظلوم میرے مرنے کے بعد میرے مظلوم مولا کا خیال رکھنا۔

مجلس پنجم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مَنِ اهۡتَدٰى فَاِنَّمَا يَهۡتَدِىۡ لِنَفۡسِهٖ‌ ۚ وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيۡهَا‌ ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى‌ ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيۡنَ حَتّٰى نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا ﴿۱۵﴾ وَاِذَاۤ اَرَدۡنَاۤ اَنۡ نُّهۡلِكَ قَرۡيَةً اَمَرۡنَا مُتۡرَفِيۡهَا فَفَسَقُوۡا فِيۡهَا فَحَقَّ عَلَيۡهَا الۡقَوۡلُ فَدَمَّرۡنٰهَا تَدۡمِيۡرًا ﴿۱۶﴾

عزیزانِ محترم !ہمارا سلسلۂ گفتگو اپنے پانچویں مرحلہ میں داخل ہوا۔کل گفتگو اس مرحلہ پر رکی تھی کہ پروردگار نے ارشاد فرمایا کہ بادل کڑکے تو غور کرو۔ بارش برسے تو غور کرو۔ دن آئے دن پر غور کرو۔ رات آئے رات پر غور کرو۔یعنی مظاہر فطرت جو کائنات میں پھیلے ہوئے ہیں ان میں غور کرو۔ انسان نے یقیناً غور کیا اور غور کرنے کے بعد اس نے اپنے لیے کچھ سہولتیں فراہم کیں۔ان سہولتوں کی بنیاد پر آج ایک اعلیٰ اور ارفع زندگی گزار رہا ہے۔ انسان نے ان مظاہر فطرت کو دیکھنے کے بعد ان کو ایسے تبدیل کیا کہ جو سفر مہینوں میں ہوتا تھا اب گھنٹوں میں ہوجاتا ہے۔تو کتنی ترقی کی انسان نے؟......

انسان نے اتنی ترقی کی کہ جو سہولت زندگی میں اسے درکار ہوئی اس کے لیے اس نے ایک مشین ایجاد کرلی۔لیکن انسان کی یہ ساری اکڑ ختم ہوجاتی ہے جب وہ موت کے

دہانے پر پہنچ جاتا ہے۔ ساری اکڑ، ساری انا دہاں ختم ہوجاتی ہے جب انسان موت کو اپنے سامنے دیکھ لے۔

تو کل گفتگو یہاں پر رکی تھی کہ اس دنیا کے لیے انسان نے مشینیں ایجاد کرلیں لیکن اس دنیا سے بعد کی زندگی کے لیے اس نے کوئی مشین ایجاد نہیں کی۔ یعنی عقل انسانی نے جو کردار ادا کیا ہے وہ یہ ہے کہ جو غیر ضروری چیزیں ہیں ان میں استعمال ہو اور جو ضروری شے ہے اس میں استعمال نہ ہو۔ انسان نے عقل کو غیر ضروری کاموں میں صرف کردیا اور ضروری کاموں پر توجہ نہیں دی۔

اس بات کو پروردگار نے سورۂ اعلیٰ میں ارشاد فرمایا:

بل توثرون الحیاۃ الدنیا ٥ و الاخرۃ خیر وابقٰی ٥ ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ٥ صحف ابراھیم و مُوسیٰ٥

تم اس دنیا کی زندگی کو اہمیت دیتے ہو جب کہ آخرت بہتر بھی ہے اور باقی رہ جانے والی بھی ہے۔ ہم نے یہ پیغام پچھلی ساری کتابوں میں دیا ہے۔ ہم نے ابراہیمؑ کی کتاب میں بھی یہی پیغام دیا تھا۔ ہم نے موسیٰؑ کی کتاب میں بھی یہی پیغام دیا تھا...... کیا پیغام دیا تھا؟ ...... کہ تم مر رہے ہو دنیا پر حالانکہ مرنا چاہیے آخرت پر۔ فقط قران نے یہ پیغام نہیں دیا۔ پچھلی ساری قوموں میں جو صحیفے آئے، جو کتابیں آئیں، جو پیغامات آئے جو وحیاں آئیں ان سب میں پروردگار نے یہی پیغام دیا۔

قران مجید نے کہا کہ یہ پیغام ہم نے تمام کتابوں میں دیا تھا کہ آخرت بہتر بھی ہے اور باقی رہ جانے والی ہے لیکن تم نے اپنی عقل کو استعمال کیا فقط دنیا کے لیے۔ اس کا مطلب یہ کہ عقل کو راستہ دکھانے کے لیے ایک دوسری عقل کی ضرورت ہے اور اسی دوسری عقل کا نام ''وحی الٰہی'' ہے اور اس کو لانے والوں کا نام انبیاء اور مرسلین ہے اور انبیاء و مرسلین کی غرضِ خلقت کے لیے قران نے کیا گفتگو کی ہے؟ سورۂ حدید میں آواز دی۔

لقد ارسلنارُسُلنا بالبیّنات و انزلنا معهم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط۔ (آیت ۲۵)۔

ہم نے پیغمبروں کو اس لیے بھیجا کہ لوگ عدل پر قائم ہو جائیں اور سورۂ نحل۔

وَلقد بعثنا فی کل امةٍ رسولاً ان اعبدوا اللّٰه واجتنبوا الطاغوت (آیت ۳٦)

ہم نے رسولوں کو اس لیے بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو

اور اب سورۂ بقرہ۔

کان الناس امة واحدة فبعث اللّٰه النّبیّن مبشّرین و مُنذرین۔

(آیت ۲۱۳)

ہم نے انبیاء اور رسولوں کو اس لیے بھیجا کہ تمہیں جنت کی خوش خبری دیں اور تمہیں جہنم سے ڈرائیں۔

سورۂ حدید میں بعثت کا ایک مقصد بتایا گیا، سورۂ نحل میں بعثت کے دو مقصد بتائے گئے۔ سورۂ نحل میں بعثت کے مزید دو مقصد بتائے گئے۔ یہ کل پانچ مقاصد ہوئے۔تو سارے انبیاء کی بعثت کے مقاصد یہ پانچ ہیں اور اکیلے محمدؐ کے لیے آواز دی:

یا مرهم بالمعروف و ینههم عن المنکر ویحل لهم الطیبٰت و یحرم علیهم الخباءِ ث ویضع عنهم اصرهم والاغلال التی کانت علیهم۔ (سورۂ اعراف آیت ۱۵۷)۔

ہم نے اس نبی کو اس لیے بھیجا کہ اچھائیوں کا حکم دے، برائیوں سے روکے، پاک چیزوں کو حلال کرے، گندی چیزوں کو حرام کرے، تمہارے قانون کو توڑے، اللہ کے قانون کو نافذ کرے۔تو سارے انبیاء کو اللہ نے بھیجا پانچ کاموں کے لیے اور اکیلے محمدؐ کو پانچ کام دیئے۔ پھر یہی پانچ کام نہیں سورۂ جمعہ میں آواز دی:

یتلوا علیهم آیاته و یزکیهم ویعلمهم الکتاب و الحکمة۔

کتابِ خدا کی آیات کی تلاوت کرے گا، تزکیہ نفس کرے گا، کتاب کی تعلیم دے گا، حکمت کی تعلیم دے گا۔ کل نو(۹) اغراض ہیں محمدؐ عربی کی بعثت کے اور اس کے بعد آواز دی:

لست علیھم بمصیطر (سورۂ غاشیہ آیت ۲۲)

حبیب تیرا کام ڈنڈا لے کر منوانا نہیں ہے۔ تیرا کام ہے پیغام پہنچا دینا۔ تو جس اسلام میں طالبان کے زور پر تبلیغ نہیں ہوئی اس اسلام میں کوڑا مار کے تبلیغ نہیں کی جاتی۔

یہی ہے سرنامۂ کلام میں...... **من اھتدیٰ فانما یھتدی لنفسہ**

جو ہدایت کو قبول کرلے اس کا فائدہ اسی کو پہنچے گا دوسرے کو فائدہ نہیں ہوگا۔

ومن ضل فانما یضل علیھا اور جو گمراہ ہوجائے تو گمراہی کا نقصان اسی کو ہوگا، کسی اور کو نہیں ہوگا۔ جبر نہیں ہے۔ اگر جبر ہوتا تو پہلے ہی دن اللہ ابلیس کا سر پکڑ کر جھکا دیتا۔

ولا تزر وازرۃ وزرا اُخریٰ ایک گنہگار، ایک بوجھ اٹھانے والا، جس کے پاس خود بوجھ موجود ہو وہ دوسرے کے بوجھ کو نہیں اٹھا سکتا۔ کوئی گنہگار کسی دوسرے گنہگار کی سفارش نہیں کرسکتا اور اس کے بعد آواز دی:

وماکنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا۔ ہم اس وقت تک عذاب نہیں نازل کرتے جب تک کسی رسول کو نہ بھیج دیں۔ پہلے پیغام پھر عذاب۔

رسولؐ کے معنی پیغام لانے والا۔ میں اگر زبانی پیغام دے کر بھیجوں آپ کو۔ آپ ہوئے رسولؐ۔ رسولؐ کے لیے ضروری ہے کہ وہ پیغام کو سمجھتا ہو۔ رسولؐ کے لیے دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اتنا امانت دار ہو کہ جیسا پیغام ملا ہے ویسا پہنچا دے۔ تیسرے شرط۔ معاشرے میں اتنا سچا ہو کہ جب وہ کہے ''میں پیغام لایا ہوں'' تو کوئی اسے جھٹلا نہ سکے۔

آخری نبی کو اللہ نے آخری پیغام دیا اور ایسا پیغام دیا جو آفاقی ہے، عالمی ہے، پوری کائنات کے لیے ہے۔ یہ پیغام گورے کے لیے بھی ہے، کالے کے لیے بھی ہے،

سرد ملک کے رہنے والوں کے لیے بھی ہے، گرم ملک کے رہنے والوں کے لیے بھی ہے، ماضی والوں کے لیے بھی ہے، حال والوں کے لیے بھی ہے، مستقبل والوں کے لیے بھی ہے، مشرق والوں کے لیے بھی ہے، مغرب والوں کے لیے بھی ہے، حاکموں کے لیے بھی ہے رعایا کے لیے بھی ہے۔ کتنا وسیع ہے یہ پیغام! جتنا وسیع پیغام ہوگا اتنا ہی وسیع قلبِ پیغمبر ہوگا۔

یہ پیغام آخری پیغام ہے، یہ کتاب آخری کتاب ہے، خود پروردگار کا یہ کہنا ہے کہ اس سے پہلے ہم نے کوئی ایسا پیغام نہیں بھیجا۔ توریت قران جیسی نہیں ہے، انجیل قران جیسی نہیں ہے۔ زبور جو داوٗدؑ پر اتری قران جیسی نہیں ہے۔ تو پیغام کے بارے میں تو سب مانتے ہیں کہ پیغام دوسرے پیغاموں جیسا نہیں اور پیغام لانے والے کے لیے کہتے ہیں۔ ہم جیسا!

حوزاتِ علمیہ میں منطق کی جو پہلی کتاب پڑھائی جاتی ہے۔ اس کا نام ہے۔ صغریٰ، پھر وسطیٰ اور کبریٰ ہیں۔ صغریٰ کا پہلا جملہ ہے۔ انسان میں عقل نام کی ایک قوت ہے۔ جس طریقے سے آئینے میں صورتیں آجاتی ہیں ویسے ہی عقل میں چیزوں کی تصویریں آجاتی ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ موسیٰؑ میرے نبیؐ جیسے نہیں، عیسیٰؑ میرے نبیؐ جیسے نہیں۔ کوئی نبی میرے نبیؐ جیسا نہیں۔ پھر یہ جملہ کیوں کہنے والا کہتا ہے کہ محمدؐ ہم جیسا۔ تو یہ ہوا کیا؟ یہ نظریے میں تضاد کیوں ہے؟ تو آئینے میں صورت دیکھو تصویر آئے گی۔ اسی طرح سے عقل ایک آئینہ ہے۔ جیسی عقل ویسا آئینہ۔ جیسا آئینہ ویسی عقل اب اگر آئینہ خراب ہے تو شکل ٹیڑھی نظر آئے گی۔ تو صورت کی خرابی ہے یا آئینہ کی؟ صورت تو اپنی جگہ پہ ہے خرابی آئینے میں ہے۔ اب اگر آئینہ خراب ہے تو آئینہ بدل دو، اتار کر پھینک دو، دوسرا لے آؤ۔ لیکن اگر عقل خراب ہے تو اسے پھینک تو نہیں سکتے؟!

تو پروردگار کیا کریں...... تو کہا: عقل پھینکی نہیں جاسکتی لیکن اسے سدھارا تو جاسکتا

ہے نا! اسی لیے تو محمد کو بھیجا۔ آئینہ اگر خراب ہے تو اسے جلا کرواؤ، صیقل کرواؤ، ٹھیک کرواؤ۔ اسی طرح عقلوں کو جلا دینے کی ضرورت ہے، صیقل کرنے کی ضرورت ہے۔ عقل کو صقیل کرنے والا کون؟......

محمدؐ تمہاری عقل کو صیقل کرنے والا ہے۔ شرم نہیں آتی یہ کہتے ہوئے کہ اس کی عقل کو سرسام ہو گیا۔

تو محمدؐ آیا تزکیہء نفس کے لیے، محمدؐ آیا تلاوتِ آیات کے لیے، کسی نبی کی مجال نہیں ہے کہ محمدؐ کے مقابل میں کھڑا ہو جائے۔ اس لیے کہ کسی نبی کو نہیں کہا: وما ارسلنک الا رحمت اللّعالمین ۔ نبی رحمت ہے۔ اس کے معنی میں تمہیں بتلاؤں گا۔

بارش! رحمت ہے یا نہیں؟ لیکن جن کے گھر بارش میں بہہ جاتے ہیں ان کے لیے رحمت ہے یا زحمت؟...... کسان کے لیے رحمت ہے کہ اس کے کھیت کو پانی مل جاتا ہے لیکن کمہار کے لیے زحمت ہے کہ اس کے بنائے ہوئے برتن ٹوٹ جائیں گے۔ تو دنیا میں رحمت کا تصور اضافی ہے۔

اسلحہ! اسلحہ بنانے والوں کے لیے رحمت ہے۔ لیکن انسانیت کے لیے زحمت ہے۔ تجارت میں مال کا مہنگا ہونا تاجر کے لیے رحمت ہے، لیکن صارف کے لیے زحمت ہے۔ آج کی دنیا کی جنگ (میرا یہ جملہ سمجھنے کی کوشش کرنا) آدمیوں کی جنگ نہیں ہے منڈیوں کی جنگ ہے، تجارتی منڈیوں کی جنگ ہے۔ تو رحمت کا تصور اضافی ہے۔ کسی کے لیے رحمت کسی کے لیے زحمت۔ تو رحم کے معنی کیا ہیں؟ کہ جس پر رحم آجائے اس سے وہ تکلیف دور ہو جائے۔ تم نے ایک معذور کو دیکھا۔ تمہیں رحم آیا۔ اس کا مطلب کیا ہے؟...... کہ جی میں آتا ہے کہ اُس سے وہ تکلیف دور ہو جائے۔ ماں کی مامتا، رحم ہے، باپ کی شفقت رحم ہے۔

تم نے ایک معذور کو دیکھا، تمہیں اس کے حال پہ رحم آیا۔ تم اور ہو رحم اور ہے۔ تم نے کسی قریب الفوت مریض کو دیکھا اس پر رحم آیا۔ تو جب رحم آیا تو تم اور ہو رحم اور

ہے۔تو پوری انسانیت اور ہے رحم اور ہے۔ اور اکیلا محمدؐ ہے جسے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ یہ سارا فلسفہ مسلسل ہے۔

وما ارسلنک الارحمت اللعالمین ۔حبیب تو پورے عالمین کے لیے رسولِ رحمت ہے۔ اس بلندی پر کوئی نہیں ہے۔موسیٰؑ اس بلندی پر نہیں ہیں۔عیسیٰؑ اس بلندی پر نہیں ہیں، ابراہیم علیہ السلام اس بلندی پر نہیں ہیں۔ اکیلا کھڑا ہے محمدؐ اس بلندی پر اور میرے پروردگار نے آواز دی:

محمد الرسول اللّٰہ والذین معه۔ کچھ لوگ ہیں جو محمدؐ کے ساتھ ہیں۔

میں جب نظر اٹھاتا ہوں تو سامنے نوجوان نظر آتے ہیں، دائیں طرف نوجوان نظر آتے ہیں، بائیں طرف نوجوان نظر آتے ہیں تو انہی کو پیغام پہنچانا ہے۔ہم تو پیغام لے بھی چکے دے بھی چکے۔ اب اسی نسل کو پیغام اٹھانا ہے تو اب اس نسل کے لیے یہ پیغام۔ محمدؐ بلندیوں کی انتہا پر ہیں اور وہاں پروردگار کہتا ہے: **والذین معه**۔

کچھ لوگ ان بلندیوں پر محمدؐ کے ساتھ ہیں۔

اب تک میں آیتیں پڑھ رہا تھا اور اب ایک حدیث پڑھوں گا۔

لیکن پہلے ''**معه**''کو سمجھ لو۔''**معه**''کے معنی ساتھ۔''**والذین معه**''محمدؐ رسول اللہ کے ساتھ کچھ لوگ ہیں۔

واتبعوا نور الذی انزل معه۔ محمدؐ کے ساتھ جو نور ہے اس کی پیروی کرو۔ جو محمدؐ کے ساتھ آیا ہے۔

یوم لایخزی اللّٰہ النّبی والذین آمنوا معه۔ (سورۂ تحریم آیت ۸)

کچھ لوگ ہیں جو محمدؐ کے ساتھ ایمان لائے ہیں...... میں منبر کے نیچے بھی غیر ذمہ دارانہ بات نہیں کرتا تو منبر پہ بیٹھ کر کیسے غیر ذمہ دارانہ بات کروں گا؟

یوم لایخزی اللّٰہ النّبی و الذین آمنوا معه ۔قیامت کے دن اللہ اپنے نبی کو مسندِ شفاعت پر بٹھائے گا''**والذین آمنوا معه**''اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں

ان کو بھی مسندِ شفاعت پر بٹھائے گا۔ "آمنوا معه "کچھ ہیں جو نبی کے ساتھ ایمان لائے ہیں۔

میں نبیؐ پر ایمان لایا، تم نبیؐ پر ایمان لائے، صحابہ نبیؐ پر ایمان لائے، ازواج نبیؐ پر ایمان لائیں۔ یہ کون ہیں جو نبیؐ کے ساتھ ایمان لائے؟ میں غیر ذمہ دارانہ بات کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ میں تو تمہارے سامنے آیۂ مبارکہ کو پیش کر رہا ہوں۔

یوم لایخزی اللّٰہ النبی و الذین آمنوا معه "آمنوا علیه"

نہیں..... ''آمنوا معه'' جو نبی کے ساتھ ایمان لائے تو کچھ یقیناً ایسے ہیں جو نبیؐ کے ساتھ ایمان لائے..... ہیں کون..... تو دو برابر کے جملے.....

میرے نبیؐ نے کہا: کنت نبیاً و آدم بین المآءِ و التین۔

اور میرے علیؑ نے کہا: کنت و لیاو آدم بین المآء و التین۔

یہ ''معه'' سمجھ میں آ گیا؟..... مع کے معنی ساتھ۔ ''معه'' اس کے ساتھ۔ ''معی'' میرے ساتھ، ''معک'' تیرے ساتھ، ''معنا'' ہمارے ساتھ..... ''مع'' کے ساتھ جو ضمیریں لگتی ہیں وہ ساری میں نے تمہارے سامنے پیش کر دیں۔ اب آیت کو ذہن میں رکھتے ہوئے سننا:

ولاتزر وازرة وزرا اخری۔ قیامت کے دن کوئی گنہگار دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ یہ وہ آیت ہے جو میں روز پڑھ رہا ہوں یہی بات تفسیر ابن کثیر نے کہی.....

سورۂ مائدہ پانچواں سورۂ قران کا اور اس کی ۳۰ویں آیت:

یا ایها الذین آمنوا اتقویٰ اللّٰہ و ابتغوا الیه الوسیله

اے ایمان لانے والو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اللہ تک پہنچنے کے لیے وسیلہ تلاش کرو۔ تمہارا فرض تلاش کرنا ہے۔ بنانا نہیں ہے..... تفسیر ابن کثیر۔

کسی نے کہا: یا رسول اللہ یہ جو وسیلہ ہے یہ یہاں سے لے کر قیامت تک ہے؟..... کہا: ہاں یہاں میں دین لانے کا وسیلہ ہوں۔ وہاں بخشوانے کا وسیلہ ہوں.....

(ان بزرگ کا نام دیکھنا کتاب میں)......

آگے بڑھ کے کہا: **یا رسول اللّٰہ من یشفع معک؟** وہ جو مقامِ شفاعت اور وہ جو مقامِ وسیلہ ہوگا وہاں آپ کے ساتھ کوئی اور بھی ہوگا۔ اور اگر ہوگا تو وہ ہے کون؟......

کہنے لگے: علیؑ، و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ۔ مقام شفاعت پر میں اکیلا نہیں ہوں گا، یہ چار میرے ساتھ ہوں گے۔

رسولؐ نے کیا کہا؟...... کہ میرے ساتھ مقامِ شفاعت پر ہوں گے، شفاعت کروائیں گے، سفارش کریں گے۔ امتیوں کی سفارش کریں گے۔ محمدؐ شفاعت کریں گے، علیؑ شفاعت کریں گے، فاطمہؑ شفاعت کریں گی، حسنؑ شفاعت کریں گے، حسینؑ شفاعت کریں گے اور آیت کہہ چکی ہے کہ گنہگار شفاعت نہیں کرسکتا۔

اس روایت کو ایک دوسرے حوالے سے پیش کر رہا ہوں۔ صحیح بخاری میں بھی یہ روایت ہے کتاب الایمان میں۔

کہنے لگے: یا رسولؐ اللہ آپ تو ہوں گے مقام شفاعت پر تو ہم تو وہاں تک پہنچ نہیں پائیں گے (تو توقع یہ تھی کہ رسول کہیں گے نہیں نہیں تم پہنچ جاؤ گے)......

رسولؐ نے کلیہ دے دیا: **المرء مع من احبہ** ۔ قیامت میں ملنے کا طریقہ ایک ہے جو جس کا محبوب ہوگا اس کے ساتھ ہوگا۔

میں شاید محفل شاہ خراسان میں پچھلے دنوں یہ عرض کر رہا تھا کہ میرے نبی نے کہا کہ نفاق دور کرنے کے لیے مجھ پر باآواز درود بھیجو۔ تو بھئی جو جملہ میں نے وہاں کہا تھا وہی یہاں کہہ رہا ہوں کہ یہاں تو سب مومنین بیٹھے ہیں لیکن اگر کوئی بھولا بھٹکا یہاں آ گیا ہو تو اس کا نفاق دور کرنے کے لیے تو بلند آواز سے درود بھیجو۔

المرء مع من احبّہ۔ قیامت میں جو جس کا محبوب ہوگا اس کے ساتھ ہوگا۔ تو طے ہوگیا کہ میں قیامت میں اپنے محبوب کے ساتھ ہوں گا۔ تم قیامت میں اپنے محبوب کے ساتھ ہوگے۔

ایک واقعہ حدیث کی کتابوں میں ہے۔ میں اکثر واقعات بیان نہیں کیا کرتا لیکن چاہتا ہوں کہ یہ تمہیں ہدیہ کردوں۔ بڑی بڑی حدیث کی کتابوں میں لکھا ہے۔ جب ابوطالبؑ کی موت کا وقت قریب تھا۔تو پیغمبر اکرمؐ ابوطالبؑ کے پاس گئے اور کہنے لگے: چچا! کلمہ پڑھ لیجیے میں آپ کی جنت کا ضامن ہوں۔

ابوطالبؑ نے منہ پھیر لیا۔ پھر کہا: چچا کلمہ پڑھ لیجیے میں جنت کی ضمانت لیتا ہوں۔ ابو طالبؑ نے پھر منہ پھیر لیا۔ اب رسول اللہ کو پریشانی ہوئی۔ یہ میرا چچا ہے میرا محافظ ہے۔ باپ کی طرح مجھے پالا ہے۔کلمہ نہ پڑھنے کی صورت میں جنت کی بشارت کیسے دوں۔ اب پیغمبر پریشان ہیں آیت اتری (یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں روایت پڑھ رہا ہوں)

انک لاتھدی من احببک۔ حبیب وہ جو تمہارا محبوب ہے تم اس کی ہدایت نہیں کرسکتے۔ جب آیت آ گئی کہ ہدایت نہیں کرسکتے تو اب رسول کو تسلی ہوگئی۔ یہاں تک تھی روایت۔

تو اب ہدایت ہوئی ہو یا نہیں ہو لیکن آیت نے کہہ دیا ابوطالبؑ محبوبِ رسول اور رسولؐ کہہ چکے ہیں کہ قیامت میں ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔ تو رسولؐ تو ابوطالبؑ کے ساتھ ہوں گے، دوسرے کہاں ہوں گے مجھے نہیں معلوم۔

اب جو دنیا میں مددگار تھے وہی مقامِ شفاعت میں میرے نبیؐ کے مددگار ہوں گے۔ فان اللہ ھو مولاہ وجبریل و صالح المومنین (سورہ مریم نمبر ۶۶)

میرے محمدؐ کی مدد کے لیے تین کافی ہیں۔ اللہ کافی ہے، جبریل کافی ہے اور وہ کافی ہے جو مومنین کو صلاحیتِ ایمان دینے والا ہے۔

قاضی نے کتابِ شفا میں لکھا، جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور میں لکھا کہ یا رسول اللہ یہ صالح المومنین کون ہے؟ فرمانے لگے: صالح المومنین علیؑ ابن ابی طالب۔

اسی لیے میرے نبی نے کہا: یاعلی حبک الایمان۔ علیؑ تمہاری محبت ایمان

بتِ علیؑ ہوگی وہاں صلاحیتِ ایمان تو آ ہی جائے گی...... صحابہؑ کرام
۔ہم اجمعینؓ نے ایک عجیب جملہ کہا جو تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے،
حد۔ ۔ لی کتابوں میں موجود ہے۔

کہتے ہیں: کنا یعرف المنافقین ببغض علیاً ۔ ہم نے اپنے زمانے میں منافق کی پہچان کی ایک نشانی رکھی تھی۔ ہم یہ دیکھا کرتے تھے کہ کس میں بغض علیؑ ہے کس میں نہیں ہے۔

سبحان اللہ! صحابہ کرام کس طرح منافق کو پہچانا کرتے تھے۔ کسی کے سامنے علیؑ کا نام لیا اگر چہرے پر خوشی دوڑ گئی مومن ہے، اگر چہرہ بگڑ گیا منافق ہے...... بھئی چہرہ ہی تو سب کچھ ہے۔

صحابہ کرام کا دیا ہوا ہے۔ معیار ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم اپنے زمانے میں منافق کو علیؑ کے بغض کے حوالے سے پہچانتے تھے۔ نام لے لیا اگر چہرہ بگڑ گیا منافق ہے اگر چہرے پر خوشی آ گئی مومن ہے۔

قیامت تک صحابہؑ کرام کا یہ احسان اتارا نہیں جائے گا اور آج بھی یہی معیار ہے۔ علیؑ کا نام لے کے دیکھ لو۔

تو مددگار کون ہے؟ صالح المومنین علیؑ ابن ابی طالب...... ہزاروں مرتبہ تم سنتے رہتے ہو۔ لیکن ان جملوں میں جو Cause ہیں وہ ختم نہیں ہوئے۔ اس لیے دہرانا ہوتا۔

لاعطینا رائت غدار جل کراراً غیر فرارً .... میں کل علم عطا کروں گا مرد کو جو کرار، غیر فرار ہوگا، خدا اور رسول کا دوست ہوگا۔ خدا اور رسول اس کو دوست رکھتے ہوں گے۔ وہ پلٹے گا نہیں جب تک خدا اس کے ہاتھوں پر فتح نہ دے دے۔ بھئی فتح اللہ دے گا۔ مجھے جملہ کہنے دو۔ پھر واپس جا رہا ہوں ایک جملے کے لیے۔

کون ہے علیؑ؟...... صالح المومنین ہے۔ صالح المومنین کون ہے۔ محمدؐ کا مددگار۔ تو

جو عالمین کے سب سے بڑے طاقتور انسان کی مدد کرسکتا ہو۔ کیا امت کی مدد نہیں کرسکتا۔
علیؑ کی مدد کا فلسفہ سمجھ میں آیا؟...... جو کائنات کا سب سے طاقتور انسان ہے (یعنی) محمدؐ رسول اللہ۔ ان کا مددگار ہے علیؑ تو کیا ہمارا مددگار نہیں؟...... یہی تو کہا تھا رسول اللہ نے:...... اللہ فتح دے گا اس کے ہاتھوں پر...... فتح اللہ دے گا مگر دے گا علیؑ کے ہاتھوں پر تو بس مدد مانگو علیؑ سے مدد اللہ کرے گا مگر کروائے گا علیؑ کے ہاتھوں سے۔
خیبر فتح ہوا۔ فتح اللہ نے دی اور دی علیؑ کے ہاتھوں پر۔ جب خیبر فتح ہوگیا تو رسولؐ بہت خوش تھے۔ خیبر جیسی طاقت، اسلام کے دشمن یعنی یہودی، ان پر علیؑ نے فتح پائی تو میرا نبی بڑا خوش تھا اتنے میں کسی نے آ کر کہا: یا رسول اللہ آپ کے بھائی حضرت جعفر طیارؓ آئے ہیں وہ حبشہ ہجرت کر گئے تھے۔ مہاجرین اولین میں ہیں۔ جانتے ہو رسول اللہ نے کہا تھا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں فتح خیبر کی خوشی مناؤں یا جعفرؓ کے آنے کی خوشی مناؤں۔
یہ اہمیت ہے۔ جعفرِ طیارؓ کی نگاہِ رسالت میں۔ اس جعفرِ طیارؓ کے بیٹے ہیں عبداللہؓ ابن جعفر طیارؓ اور عبداللہؓ کے بیٹے ہیں۔ عونؑ و محمدؑ۔ زینبؑ کے دو لال۔
جب حسینؑ کے سارے دوست شہید ہوگئے تو بنی ہاشم آگے آئے ان میں یہ بحث تھی کہ پہلے کون جائے۔ ہر جوان کی تمنا تھی کہ پہلے میں جاؤں لیکن پہلے گیا ہے مسلمؑ کا بیٹا عبداللہؑ ابن مسلمؑ۔ یہ پہلا شہید ہے بنی ہاشم کا۔ جب زینبؑ کو خبر ہوئی کہ عبداللہ ابن مسلمؑ کو اجازت مل گئی ہے تو غصہ سے کہنے لگیں: یہ تو بتلاؤ عون و محمد ہیں کہاں؟
کہا: بی بی اپنے ماموں کے پاس کھڑے ہوئے ہیں۔
کہا: میدان میں جاتے کیوں نہیں۔
پھر کسی اور کو اجازت ملی۔ پھر غصہ سے پوچھا: یہ عون و محمد جاتے کیوں نہیں۔
یہاں تک کہ عباسؑ کے تین بھائی بھی شہید ہوگئے۔ تو عباسؑ اپنے خیمے میں گئے اور اپنے نو برس کے بیٹے کو ہاتھ تھام کر باہر لائے اور کہا: مولا اسے رن میں جانے کی

اجازت دے دیجیے۔

حسینؑ کانپنے لگے۔ کہا: عباسؑ میرے بڑھاپے پر رحم کرو۔

عباسؑ نے بچے کو حسینؑ کے قدموں پہ ڈال دیا۔ اجازت ملی۔ نو برس کا بچہ ہے۔ چھوٹے قد کا ہے تلوار لمبی ہے زمین پر خط دیتی جا رہی ہے۔

عباسؑ کہہ رہے ہیں: بیٹا تجھے تو معلوم ہے نا کہ تو بیٹا عباس کا ہے پوتا علیؑ کا ہے۔ بیٹے اگر جسم پر تلوار لگے تو گھبرا کر میدان سے واپس نہ آ جانا۔

عباسؑ کا بیٹا بھی شہید ہوا۔ اس کا لاشہ خیمے میں آ گیا۔ اب شہزادی جلال میں آ گئی۔ فضہ سے کہا: میرے بھائی کو بلا کر لا۔

حسینؑ آئے کہا: بہن کیا حکم ہے؟

کہا: بھائی میں نے زندگی میں آپ سے کچھ مانگا نہیں۔ آج ایک چیز مانگ رہی ہوں۔ میرے بیٹوں کو جنگ کی اجازت دے دو۔

بچوں کو اجازت ملی، بچے میدان میں آئے، چھوٹے چھوٹے بچے اس حوصلے کے ساتھ آئے کہ دونوں مل کر پسرِ سعد کے خیمے پر حملہ کریں گے اور پسرِ سعد کو قتل کر دیں گے۔

پسرِ سعد نے آواز دی: ارے یہ عبداللہ کے بیٹے ہیں جعفرِ طیار کے پوتے ہیں۔ ان سے اکیلے اکیلے جنگ نہ کرو۔ انہیں گھیر کر مارو۔ اب جو لشکر میں بچے گھرے، تلواریں پڑنے لگیں تو ہر تلوار پر کہتے تھے: ماموں جان ہماری مدد کو آئیے۔ ماموں جان ہماری مدد کو آئیے۔

حسینؑ دوڑتے ہوئے گئے اور کہنے لگے: بیٹو اس سے بڑی مصیبت کیا ہوگی کہ تم مدد کے لیے پکارو اور ماموں تمہاری مدد نہ کر سکے۔

مجلس ششم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ⑮ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ⑯

عزیزانِ محترم! ''میراثِ عقل اور وحی الٰہی'' کے عنوان سے یہ ہمارا چھٹا سلسلۂ گفتگو ہے۔ ارشاد فرمایا: من اهتدیٰ فانما یهتدی لنفسه

جو بھی ہدایت پا جائے اس کا فائدہ اس ہدایت پانے والے کو ہی ہوگا۔

ومن ضل فانما یضل علیها۔ اور جو گمراہ ہو جائے تو اس کے گمراہ ہو جانے کا نقصان اسی کو ہوگا کسی اور کو نہیں ہوگا۔

ولاتزرُ وازرة و زرا اخریٰ اور کوئی بھی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

وماکنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ اور ہم نے کبھی عذاب نازل نہیں کیا مگر اس سے پہلے رسول ضرور بھیجا۔ رسول کے بھیجنے سے قبل ہم نے کبھی عذاب نازل نہیں کیا

اور ہم نے جب بھی کسی بستی کی ہلاکت کا ارادہ کیا تو ہم نے اس بستی کے بڑوں پر نیکی کا حکم نازل کیا۔

ففسقوا فیھا۔ تو انہوں نے نیکی کے مقابلے پر نافرمانی اختیار کی۔

فحق علیه القول۔ تو ہمارا فیصلہ ان کے حق میں ہوگیا۔

فدمرنھا تدمیرا۔ اور ہم نے اس بستی کو تباہ و برباد کر دیا۔

ان آیات میں پروردگار عالم نے سمجھانے کا رویہ اختیار کیا ہے (یہ جملہ میرا یاد رکھنا) کہ قران اگر کتابِ قانون ہے تو یہی قران کتاب ہدایت بھی ہے۔ جب وہ قانون کی بات کرتا ہے۔ تو وہاں سمجھانے کا رویہ نہیں ہے۔ نماز پڑھو، حج کرو، زکوٰۃ دو۔ یہ سمجھانے کا رویہ نہیں ہے۔ یہ امر کا رویہ ہے اور جب سمجھاتا ہے تو وہ ہدایت کا رویہ ہے۔ دیکھو ہم نے تمہارا نفع و نقصان تمہیں سمجھا دیا اب یہ تمہاری مرضی ہے کہ اس بات کو قبول کر کے نفع کے راستے پر چلے جاؤ یا اس بات کو ٹھکرا کر نقصان کو اختیار کرلو۔

جتنی بھی طاقتیں انسان میں پائی جاتی ہیں وہ ساری کی ساری اللہ کی عطا کردہ ہیں۔ یہ تو سب جانتے ہیں میں نے کوئی نئی بات نہیں کی۔ لیکن میں کہنا یہ چاہ رہا ہوں کہ قاتل اگر نعوذباللہ قتل کرے تو آلۂ قتل سے لے کر عمل قتل تک جن جن چیزوں سے یہ عمل ہوا ہے وہ سب اللہ کی دی ہوئی ہیں۔ وہ طاقت و عقل جس نے اسلحہ بنایا اللہ کی دی ہوئی ہے۔ وہ ہاتھ جس نے اسلحہ بنایا وہ اللہ کا دیا ہوا ہاتھ ہے۔ وہ خنجر جو بنا وہ اللہ کے بنائے ہوئے لوہے سے بنا۔ تم نے جب اٹھایا تو یہ طاقت بازوؤں کی یہ اللہ کی دی ہوئی ہے۔ اب تم نے جب کسی پر وہ استعمال کر دیا تو وہ طاقت دی ہوئی اللہ کی ہے۔ تو اللہ تمہیں مجبور کر کے نہیں روکتا طاقتیں دے کے روکتا ہے کہ اچھائی یہ ہے برائی یہ ہے۔

سب دے کے روکا۔ اگر مجبور کر دیتا تو امتحان نہیں ہوسکتا تھا اور لینا تھا انسانیت کا امتحان، اس لیے طاقتیں دیں امتحان لیا...... امتحان کس بات کا؟ کہ ہم نے تمہیں طاقتیں دیں۔ آنکھیں دیں، کان دیئے، ہونٹ دیئے، بازو دیئے، پیروں کو چلنے کی سکت دی،

تمہیں عقل دی، تمہیں جذبے دیئے اور ان سب سے تم کام کر رہے ہو اور اب مجھے دیکھنا ہے کہ تم میری مرضی کے مطابق کر رہے ہو یا میری مرضی کے خلاف کر رہے ہو۔

تو مالک اتنا بتلا دے کہ تیری مرضی لیں کس سے؟ کہا: یہی تو کہا کہ جب تک رسول نہ آجائیں ہم عذاب نہیں نازل کرتے۔

تو رسول ہے ہماری مرضی کا نمائندہ۔ اب جو کہے تمہیں اسے قبول کرنا ہے۔

وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا۔ ...... **نبعث** ہم رسول کو اٹھاتے ہیں معاشرہ سے۔ ارسلنا۔ بھیجے اس معاشرہ میں۔ رسول یا اٹھایا جاتا ہے یا بھیجا جاتا ہے۔ پورے قران میں اللہ نے اپنے رسولوں کے لیے دو لفظ استعمال کیے۔

ولقد بعثنا فی کل امۃٍ رسولاً ہم نے ہر قوم میں رسول کو اٹھایا۔ (نحل آیت ۳۶)

''بعث'' بعثت کے معنی اٹھانا۔

لقد ارسلنا رسولنا تترا۔ ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجے۔

تو یا بھیجے جاتے ہیں یا اٹھائے جاتے ہیں۔ پورے قران میں یہ نہیں ہے۔ کہ ہم نے رسول کو بنایا۔ تو وہاں سے بھیجا جاتا ہے یہاں بنتا نہیں ہے۔

فرماتا ہے: ہم رسول کو اٹھاتے ہیں، ہم رسول کو بھیجتے ہیں۔

''مرسل'' بھیجنے والا اللہ۔ ''رسول'' بھیجا ہوا۔ میں نے علمِ کلام کی ایک تقریر چھیڑ دی اور میں تم سے پہلے دن سے کہہ رہا تھا کہ اگر کبھی بات مشکل ہو جائے تو اسے ذرا توجہ سے سنا کرو، اس لیے کہ میں اگر مشکل باتیں تم سے نہ کہوں تو کس سے جا کر کہوں۔

اچھا ''رسول'' بھیجا ہوا۔ تو کیا ایسا رسول ہے کہ بند لفافہ تمہیں لا کر دے دے گا اور تم اسے پڑھو گے کہ لکھا کیا ہے!...... تو خط نہیں لایا زبانی پیغام لایا ہے۔ اب ایسا تو ہو جس پر پیغام بھیجنے والے کو پورا اعتبار ہو۔ تو پیغام بھیجنے والا اپنے رسول پر پورا اعتبار کرے اور آپ کہیں......

میں نے ''آپ کہیں'' پر جملہ چھوڑ دیا...... کیا ''کہیں'' آگے بیان کروں گا۔

تو بھیجنے والے کو پورا اعتبار ہے کہ جو پیغام میں نے دیا ہے وہ پوری طرح سمجھ رہا ہے۔ تو سمجھنے کی حد تک تو بات آ گئی لیکن اگر صحیح نہ پہنچایا، بھول گیا۔ پھر کیا ہوگا؟...... نہیں فقط اس کی عقل پر اعتبار نہیں ہے اس کے حافظے پر بھی اعتبار ہے۔

اچھا اسے پیغام تو یاد ہے لیکن زبان پر کنٹرول نہ ہوا، اور وہ پیغام کو صحیح طریقے سے پہنچا نہ سکے؟ پھر کیا ہوگا؟...... تو کہا: نہیں اس کے بیان پر بھی اعتبار ہے۔

تو اللہ تو قدم قدم پر رسولوں پر اعتبار کرتا جائے اور آپ کو ایک مرحلے پر بھی اعتبار نہ ہو!

اللہ کو رسول پر پورا اعتبار ہے، اس کی زبان پر اعتبار ہے۔ اپنے اپنے دور میں ہر نبی پوری انسانیت کے لیے آیا ہے نا! اور ہدایت کی بات کی؟...... عقل انسانی کی...... وہ جو میراثِ عقل تمہارے پاس ہے۔ کل بیان کر چکا کہ اس عقل کی ہدایت کرتی ہے تو جو آ رہا ہے وہ اپنے زمانے کے سارے انسانوں کی عقل سے بلند نہ ہو تو ہدایت کر نہیں سکتا۔

نوجوانوں سے مخاطب ہوں۔ کہ جو باتیں میں بیان کر رہا ہوں وہ عقل کی باتیں ہیں نا! اب اگر تم اُٹھ کر کھڑے ہو جاؤ اور کہو کہ صاحب کیا بے عقلی کی باتیں کر رہے ہیں۔ تو مجھے کتنا صدمہ ہوگا۔ تو رسول آتا ہے عقلِ انسانی کی ہدایت کے لیے۔ اگر اُمتی عقلِ رسول پر اعتراض کر دے؟

تو ہر رسول کو اپنے دور کی سطحِ ذہنی سے بلند ہونا چاہیے۔ میرا نبیؐ آخری ہے اور قیامت تک کا رسول ہے تو قیامت تک جتنی بھی عقلیں آئیں گی ان سب سے اس کی عقل کو بلند ہونا ہے۔

دیکھو اس معاشرے میں انسان جب آتا ہے تو بچپن میں والدین سے اثر قبول کرتا ہے۔ نوجوان ہوا، اسکول میں گیا اپنے استادوں سے اثر قبول کیا اور اب جب فارغ التحصیل ہو کر معاشرہ میں آیا تو شعوری یا لاشعوری طور پر معاشرہ سے اثر قبول کرتا

ہے۔ اچھا معاشرہ ہو، اچھائی قبول کرے گا۔ برا معاشرہ ہو برائی قبول کرے گا۔

Common Sense کی بات کر رہا ہوں۔ بچپن سے لے کر بڑھاپے تک انسان شعوری طور پر یا لاشعوری طور پر معاشرہ سے اثر قبول کرتا ہے۔ اگر تم کراچی میں ہو تو کراچی سے اثر قبول کرو گے اور اگر تم کوئٹہ میں ہو تو کوئٹہ سے اثر قبول کرو گے۔ شعوری ہو یا لاشعوری ہو...... میرا نبی اگر مجھ جیسا ہے تو مکہ میں رہتے ہوئے مکہ کی برائیوں کا اثر کیوں نہیں قبول کرتا؟ تو ایک ہی جواب ہے کہ گھر ایسا ملا جہاں برائیاں داخل ہو نہیں سکی تھیں۔ اب ابوطالبؑ کے گھر کی اہمیت سمجھ میں آئی۔

اگر ہم جیسا ہے تو اس نے اس گھر میں تربیت پائی جہاں برائیوں کا گزر نہیں تھا اور اگر یہ تسلیم نہیں ہے۔ تو پھر مانو کہ وہ امّت ہے جو معاشرہ سے اثر لے اور وہ رسول ہوتا ہے جو بگڑے ہوئے معاشرہ کو سدھار دے۔ رسول معاشرہ سے اثر نہیں لیا کرتا۔ رسول بھیجا جاتا ہے معاشرہ کو بنانے کے لیے۔

تو اگر یہ تسلیم نہیں ہے۔ ابوطالبؑ کے گھر کی فضیلت حلق سے اترے گی نہیں۔

میں نے تو یہ جملہ اس لیے کہا تھا کہ "اگر ہم جیسے ہیں۔" میں تو نہیں مانتا کہ میرے نبیؐ ہم جیسے ہیں۔ اگر ہم جیسا ہے تو نتیجہ ہے تربیتِ ابوطالبؑ کا اور اگر ہم جیسا نہیں ہے تو جس نے بھیجا ہے کردار بھی اسی نے بنا کر بھیجا ہے۔ سورۂ یونس کی سولہویں آیت: **فقد لبثت فیکم عمراً من قبله ط افلا تعقلون۔**

میں نے اپنی پوری عمر تمہارے درمیان گزار دی، تم اور ہو، میں اور ہوں۔ اس میں بھی عقل سے کام نہیں لیتے۔

یعنی عمرِ رسولؐ پوری گزری ہے مکہ اور مدینے میں اور پروردگار عمرِ رسولؐ کو چیلنج بنا کر پیش کر رہا ہے کہ دیکھو میرے رسول کا پورا کردار تمہارے سامنے ہے، پوری عمر تمہارے سامنے ہے، جب پوری عمر تمہارے سامنے ہے تو کوئی عیب ہے؟ ...... کوئی خطا ہے؟ ...... کوئی لغزش ہے؟ تو اب بھی یہ کیوں نہیں سوچتے کہ گھر میں پرورش پانے والے اور ہیں،

عرش پر پرورش پانے والا اور ہے۔

میں نے آج سے کئی برس پہلے تمہاری خدمت میں ایک جملہ عرض کیا تھا۔ اگر کبھی درمیان کلام میں کوئی بات آ جائے تو اسے نوٹ کیا کرو۔ میں نے کبھی کسی موقع پر یہ کہا تھا کہ قسم ہمیشہ بے عیب چیز کی کھائی جاتی ہے۔ اللہ نے سورۂ حجر میں قسم کھائی ہے **"لعمُرک"** حبیب تیری پوری عمر کی قسم۔ اتنی بے عیب ہے عمر رسول کہ اللہ نے اس کی قسم کھائی تو اللہ کی نظر میں رسولؐ کی پوری زندگی بے عیب۔

کیا یہ کہا کہ جس وقت سے تم نبی ہوگئے اس وقت سے قسم! اچھا جب پورے جوان ہو جاؤ اس وقت کی قسم! جب بوڑھے ہو جاؤ اس وقت کی قسم نہیں! اچھا بھئی جس وقت تم صحت مند ہو اس وقت کی قسم، جب تم بیمار ہو جاؤ اس وقت کی قسم نہیں!

تو رسول بے عیب ہے۔ بچہ ہو جب بے عیب، جوان ہو جب بے عیب، بوڑھا ہو جب بے عیب، صحت مند ہو جب بے عیب، مریض ہو جب بے عیب۔ تو اب جو کوئی میرے رسولؐ کے قول و عمل میں عیب تلاش کرے تو وہ خود عیب دار ہے میرا رسول بے عیب ہے۔

ما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا۔ ہم کبھی کسی قوم پر عذاب نازل نہیں کرتے پہلے رسول بھیج کر ہدایت کرتے ہیں پہلے بتاتے ہیں کہ زندگی کیسے گزارو۔ پہلے ہم رسول بھیج کر تمہیں یہ بتلاتے ہیں کہ ہماری دی ہوئی طاقتوں کو کیسے استعمال کرو۔ زندگی کیسے گزارو اس دنیا میں۔

ہر انسان کا مسئلہ دوسرے انسان کے مسئلوں سے الگ ہے اور رسول آیا ہے مسئلوں کو حل کرنے کے لیے تو اگر ہر انسان کو نہ جانتا ہو تو مسئلہ حل کیسے کرے گا؟

زندگی بڑی عجیب ہے۔ تم اس معاشرے میں دیکھ لو۔ تمہاری زندگی چھوٹوں کے ساتھ اور ہے۔ ساتھ والوں کے ساتھ اور ہے، بڑوں کے ساتھ اور ہے۔ والدین کے ساتھ الگ زندگی ہے، بیوی کے ساتھ الگ زندگی ہے۔ گھر کے اندر الگ زندگی ہے، گھر

کے باہر الگ زندگی ہے اور ہر ایک کی زندگی کا مسئلہ علیحدہ ہے۔ تو رسول وہ جو گھر میں بھی دیکھے، گھر کے باہر بھی دیکھے۔ تمہارے ماضی کو بھی حل کرے تمہارے مستقبل کو بھی حل کرے۔

تو وحی الٰہی پوری زندگی پر محیط ہوگئی۔ کچھ بھی اس کے دائرے سے باہر نہیں گیا؟ حکم رسولؐ کہو یا وحی الٰہی کہو پوری زندگی اس کے مطابق گزارنی ہے۔ تو اب کوئی شے تمہاری وحی الٰہی کے دائرے سے باہر نہیں ہے۔ اب رسول کے پاس جو بھی علم ہے وہ تمہاری پوری زندگی پر محیط ہے۔

تمہارا خیال ہے کہ رسولؐ (فقط) علم دین جانتا ہے علم دنیا نہیں جانتا اور پروردگار کہتا ہے۔ ہم نے تمہاری پوری زندگی کے لیے بھیجا ہے۔ ایک حدیث سنو گے جو بڑی معتبر کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔

مدینے کے ایک راستے سے پیغمبرؐ گزر رہے تھے وہاں کھجور کا ایک باغ تھا اور کھجور کے پیوند کا ایک مخصوص طریقہ ہے وہ لوگ نر کھجور اور مادہ کھجور کو پیوند کر رہے تھے۔ یہ روایت تمہیں ہدیہ کر رہا ہوں اس تمہید کے ساتھ کہ زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس پر رسول کا حکم موجود نہ ہو (یہ قران کی روشنی میں گفتگو ہوئی ہے اور اب حدیث) وہ لوگ کھجور کا پیوند کر رہے تھے۔

رسولؐ گزرے اور کہا: وقت کیوں برباد کر رہے ہو۔ اس کو ایسا کرلو۔ اب کیونکہ رسول کا حکم ہے انہوں نے ایسا ہی کیا اور ساری فصل غارت ہوگئی...... آئے یا رسول اللہ وہ جو آپ نے طریقہ بتلایا تھا ہم نے اس طریقہ پر کام کیا فصل برباد ہوگئی۔ رسول کہنے لگے: انتم اعلموا بامورِ دنیا کم۔

بھئی میں تو دین بتلانے کے لیے آیا ہوں اپنی دنیا کے معاملات کو تم بہتر سمجھتے ہو......

اب میں اللہ کی مانوں یا جھوٹے راویوں کی مانوں؟

نبیؐ کی طرف یہ جملہ منسوب کیا گیا کہ تم اپنی دنیا کے امور کو مجھ سے بہتر جانتے ہو۔ تو ان راویوں نے دین کو دنیا سے الگ کیا، دنیا کو دین سے الگ کیا۔

اس حدیث کے ذریعے راویوں نے، علماء نے دین کو دنیا سے الگ کیا، دنیا کو دین سے الگ کیا۔ اب امورِ دین رسول بتلائے گا، امورِ دنیا تم خود طے کرو گے۔ اب میں ان ملاؤں سے پوچھ رہا ہوں کہ اگر دین الگ ہے دنیا الگ ہے تو سیاست آج کیسے دین میں شامل ہوگئی؟

رسول دین میں بھی عالم ہے، رسول دنیا میں بھی عالم ہے اس لیے کہ قرآن کی نگاہ میں دین و دنیا میں فرق نہیں ہے۔ دنیا جو مقصدِ زندگی بن جائے وہ حرام ہے۔ دنیا جو وسیلۂ آخرت ہو واجب بھی ہے، جائز بھی ہے...... تو رسول دین بھی بتلائے گا اور دنیا بھی بتلائے گا اور قیامت تک آنے والے انسان میرے رسولؐ کی امت میں ہیں تو قیامت تک جتنے بھی مسئلے ہوں گے رسول ان کا حل دے گیا۔ مسئلے پیدا ہوں گے بعد میں، حل پہلے دیا۔ تو یا رسول اللہ آپ کو کیسے پتہ چل گیا کہ کل کیا ہونے والا ہے؟ بھئی اگر غیب (کا علم) نہ ہو تو پتہ کیسے چلے؟

کچھ ہیں جو یہ کہہ کر اٹھ رہے ہیں کہ رسول غیب نہیں جانتا تھا۔

غیب کے معنی جانتے ہو؟...... پورا ماضی غیب۔ اس وقت جو تم بیٹھے ہو یہ ''شہود'' ہے اور ابھی ایک گھنٹے پہلے جو تم یہاں آئے تھے وہ غیب میں گیا اور اب Repeat نہیں ہوگا۔ کل اسی وقت تم اس مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اب وہ کل دوبارہ نہیں آئے گا وہ غیب میں گیا۔ اور سات محرم کا کل وہ اس وقت نہیں ہے وہ اس وقت غیب میں ہے۔ تو چیزیں غیب سے آتی ہیں شہود بنتی ہیں غیب میں چلی جاتی ہیں۔ کتنا آسان کیا ہے میں نے غیب کے فلسفے کو۔

اچھا تو تمہارا پورا ماضی غیب ہے۔ تمہارا پورا مستقبل غیب ہے۔ کہہ رہے ہیں کہ رسول کو علمِ غیب نہیں تھا۔ ماضی کی بات کر رہے ہیں نا جو علم غیب میں ہے تو آپ کو اس

غیب کا علم کیسے ہوگیا کہ رسول کو غیب کا علم نہیں تھا۔ یعنی اپنے کو عالم الغیب کہہ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں رسول عالم الغیب نہیں تھا۔ عجیب بات ہے نا!

اسی لیے رسولؐ نے کہا: **نحن معاشر الانبیاء امرنا ان نکلم الناس علیٰ قدرِ عقولھم**۔ رسول جو کہے گا وہ وحی الٰہی ہوگی اور تم جو سنو گے وہ اپنی میراثِ عقل کی بنیاد پر ہوگا۔ تو رسول اکرمؐ نے ارشادفرمایا: ہم نبیوں پر واجب ہے، ہم نبیوں کو مبعوث کیا ہے اللہ نے اس امر پر کہ ہم لوگوں کے معیارِ عقل کے مطابق گفتگو کریں۔ یعنی ہر انسان سے میرا محمدؐ اس کی عقل کے مطابق بات کرے گا۔ تو بھئی کتنی عقلیں ہیں؟...... تو جتنی عقلیں اتنی نگاہ محمدؐ کی...... اسی کا نام تو غیب ہے۔

میں نے برسوں پہلے اس منبر سے ایک واقعہ بیان کیا تھا۔ اتنا پہلے کہ وہ بہت بچہ ہوگا جو یہاں اب بڑا ہے اور بیٹھ کر مجلس سن رہا ہے۔

علیؑ کے دربار میں دو آدمی آئے ایک نے کہا: میں آقا ہوں یہ میرا غلام ہے مانتا نہیں ہے کہا: تُو کیا کہتا ہے؟...... اس نے کہا: میں آقا ہوں یہ غلام ہے۔ مانتا نہیں ہے۔

اچھا علیؑ کے پاس تو بعد میں آئے اس سے پہلے کہیں اور گئے ہوں گے۔ تو کہا گیا کہ حلاّلِ مشکلات کے پاس جاؤ۔ کہا: کوئی گواہ؟...... کہا: گواہ کوئی نہیں۔ واقعاً گواہ نہیں ہے اور قاضی نے گھبرا کے علیؑ کے پاس بھیج دیا تھا۔

جب گواہ نہ ہو اور برابر کے دو دعویدار کھڑے ہوں تو کیسے فیصلہ ہو کہ کون آقا کون غلام؟ علیؑ نے کہا: مسجد کی دیوار میں سوراخ کرو۔ سوراخ ہوا دونوں سے کہا: اپنی گردنیں ڈالو۔ دونوں نے گردنیں ڈال دیں۔ علیؑ باتوں میں مشغول ہوگئے۔ جب دیر ہوگئی تو اچانک قنبر کو آواز دی۔

قنبر نے کہا: یا امیر المومنین کیا حکم ہے؟......

کہا: غلام کی گردن کاٹ دے۔

وہ جو غلام تھا اس نے گھبرا کے گردن کھینچ لی اور جو آقا تھا وہ گردن ڈالے کھڑا

رہا۔ کچھ دن پہلے میں نے یہ جملہ کہا تھا کہ اگر پتہ نہ چلے کہ آقا کون ہے غلام کون ہے تو تلوار سے فیصلہ کر والو۔ جو تلوار کے مقابلہ پر رک جائے وہ آقا ہے جو ہٹ جائے وہ غلام ہے۔

اب میں پھر ایک سوال کر رہا ہوں۔ کہ جب کوئی گواہ نہیں ہے تو غلام کو خطرہ کیا ہے؟ کہ کیسے پتہ چلے گا کہ غلام کون ہے آقا کون ہے..... غلام تھا مگر جانتا تھا کہ میں آیا ہوں علیؑ کے سامنے اور علیؑ ہے عالم الغیب۔

میرا رسولؐ پہلا عالم الغیب اور اس کا شاگرد علیؑ وہ بھی عالم الغیب۔ ایسے ہوں تو رسول کے ساتھی کہلائیں۔ یہ تیسرا روز ہے کہ میں لفظ ''مع'' پر بات کر رہا ہوں۔ مع کے معنی ساتھ۔

محمد رسول اللّٰہ والذین معہ۔ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور کچھ لوگ ہیں جو محمدؐ کے ساتھ ہیں تو ساتھی چاہیے محمدؐ کو مگر ایسا ساتھی کہ اگر محمدؐ معصوم تو ساتھی بھی معصوم۔

''مع'' کے معنی ساتھ، معیت کے معنی ساتھ ہونا۔ میں نے آیات بھی تمہارے سامنے پیش کیں ان کا ترجمہ بھی اور ان کی تشریح بھی کہ محمد رسول اللہؐ کے ساتھ کچھ لوگ ہیں۔

یہ جملہ میں تمہارے لیے خصوصیت سے ہدیہ کر رہا ہوں۔ تم میرے ساتھ ہو کہ میں جو کہتا جا رہا ہوں اسے سمجھتے جا رہے ہو۔ لیکن میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں اس لیے کہ میں نے جو ابھی تک کہا نہیں ہے وہ تم تک نہیں پہنچا۔

اچھا کوئی شخص پریشانی میں مبتلا ہے، دوست نے کہا: مت گھبراؤ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

تو وہ پریشانی میں اس کے ساتھ ہے۔ لیکن وہ تمہارے ساتھ نہیں ہے۔ تو ساتھ ہونا یہ معیت اکہری ہے۔ اب میں ایک آیت کا ایک ٹکڑا پڑھوں گا۔

ان اللّٰہ مع الذین اتقوا۔ اللہ متقین کے ساتھ ہے۔

یعنی جہاں جہاں متقین ہیں وہاں وہاں اللہ ہے۔ لیکن جہاں جہاں اللہ ہے وہاں وہاں متقین نہیں ہیں۔ تو یہ معیت اکہری ہے...... اللہ متقین کے ساتھ ہے، متقین اللہ کے ساتھ نہیں ہیں، اب مجھے حدیث میں نظر آیا۔

الحق مع علی و علی مع الحق...... حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ ہے۔

تو جہاں جہاں علیؑ وہاں وہاں حق اور جہاں جہاں حق وہاں وہاں علیؑ - یہ دہری معیت ذہن میں رکھنا۔

کتنے اختلاف ہیں مسلکوں میں...... اچھا اختلافِ مسلک جو ہے وہ وسعتِ علم کی نشانی ہے اور یہ شریفانہ اختلاف ہے کہ میں کسی طریقے سے نماز پڑھوں، آپ کسی طریقے سے نماز پڑھیں۔ کوئی کسی وقت روزہ کھولے، کوئی کسی اور وقت روزہ کھولے۔

یہ شریفانہ مسلک کے اختلاف ہیں اور آج تک یہ طے نہ ہوسکا کہ حق کس کے ساتھ ہے۔ اس لیے طے نہیں ہوا کہ بھول گئے کہ رسولؐ کہہ گئے تھے کہ حق علیؑ کے ساتھ ہے علیؑ حق کے ساتھ ہے۔

اگر فرمان رسولؐ یاد ہوتا کہ حق علیؑ کے ساتھ ہے تو جھگڑا ہی نہ ہوتا۔ اب ایک جملے سے آگے جا رہا ہوں۔ حسینؑ ابن علیؑ منزل ثعلبیہ میں ہیں۔ ایک منزل ہے۔ مکہ اور کربلا کے درمیان۔ ظہر کے بعد حسینؑ غنودگی کے عالم میں گئے کوئی خواب دیکھا اور اٹھنے کے بعد کہا: **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون**۔

اکبرؑ قریب تھے کہا: بابا کیا ہوا۔

کہا: بیٹے میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ قافلہ ہمارا جا رہا ہے اور کوئی منادی یہ صدا دے رہا ہے کہ یہ لوگ اپنی موت کی جانب جا رہے ہیں۔

تو اکبرؑ نے کہا: کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟......

کہا: بیٹا کیوں نہیں۔ اگر ہم حق پر نہیں ہیں تو کون ہے؟

کہا: بابا پھر ہمیں پرواہ نہیں ہے کہ موت ہم پر آ جائے یا ہم موت پر جا پڑیں۔

ارباب مقاتل نے لکھا ہے کہ برسوں حسینؑ عشاء کی نماز کے بعد اپنے نانا کی قبر مطہر پر جاتے اور کہتے: نانا آپ کے بعد ہمارا کوئی نہیں رہا۔ آپ کے بعد ہمارا کوئی سہارا نہیں۔

ایک روز جو حسینؑ گئے تو نانا کو سلام کرنے کے بعد حسینؑ کی زبان سے ایک عجیب جملہ نکلا۔ کہنے لگے: نانا! آپ کو دیکھنے کو بڑا جی چاہ رہا ہے۔ بڑی خواہش ہے کہ میں آپ کی زیارت کروں۔

یہ کہہ کر حسینؑ عالمِ خواب میں گئے۔ نانا کو دیکھا کہا: حسینؑ مت گھبراؤ میں نے اپنے اللہ سے دعا کی ہے کہ اللہ تمہیں ایک ایسا بیٹا دے جو میری شبیہ ہو۔

اس خواب کے بعد اکبرؑ پیدا ہوئے۔ ان کی ماں کا نام معلوم ہے؟...... ام لیلیٰ...... اچھا حسینؑ کی اولادیں اکبرؑ کے علاوہ بھی ہیں لیکن یہ اکبرؑ ام لیلیٰ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ ایک دن حضرت ام لیلیٰ حسینؑ سے کہنے لگیں کہ کیا اس دنیا میں مجھ سے افضل کوئی عورت ہے؟...... یہ زوجہ اور شوہر کی گفتگو ہے اسے کنیز نے quote کیا ہے۔

کہا: بڑا ناز کر رہی ہو کہ تم فاطمہ زہراؑ کی بہو ہو۔

کہا: وہ تو ہوں لیکن میرے علاوہ بھی تو فاطمہ زہراؑ کی بہویں ہیں۔

کہا: اچھا علیؑ و رسولؐ کی قرابت پہ ناز کر رہی ہو۔

کہا: اور بہویں بھی تو علیؑ و رسول کی قرابت دار ہیں۔

تو امام حسینؑ نے پریشان ہو کر لیلیٰ کو دیکھا اور کہا: جب تم فاطمہ زہراؑ کی بہو ہونے پر ناز نہیں کر رہی ہو تو تمہارا ناز ہے کیا؟

کہا: یہ بتلاؤ کہ دنیا کی ساری عورتوں میں کسی کے پاس اکبرؑ جیسا بیٹا ہے؟

عاشور کے دن، انصار گئے، اقرباء گئے، بنی ہاشم گئے، ایک منزل آئی۔ اکبرؑ آئے اپنے باپ کی خدمت میں اور کہا: بابا ایک سوال پوچھنا ہے۔

کہا: بیٹے پوچھو۔

کہا: بابا! اگر کسی انسان کو سو سال کی عمر مل جائے تو اس کے بعد کیا ہوگا؟

کہا: موت۔

کہا: بابا! دوسرا سوال اگر کسی انسان کو ہزار سال کی عمر مل جائے اس کے بعد کیا ہوگا۔

کہا: پھر موت۔

اس کے بعد حسینؑ نے غور سے اکبرؑ کو دیکھا اور کہا: اکبرؑ میں تمہارے سوال کا مطلب سمجھ گیا۔ اجازت مانگنے آئے ہو نا! جاؤ اکبرؑ میں نے تمہیں اجازت دی۔ لیکن تمہاری پھوپھی نے تمہیں پالا ہے۔ ان سے بھی اجازت لے لو۔ اپنی ماں سے رخصت لے آؤ۔

بھئی دیکھو میں مقتل پڑھ کر بولنے کا عادی ہوں۔ عونؑ و محمدؑ گئے، قاسمؑ گئے۔ عباسؑ کے بھائی گئے، عباسؑ گئے...... یہ بنی ہاشم کے لوگ ہیں نا! کسی سے حسینؑ نے نہیں کہا کہ جاؤ خیمے میں بیبیوں سے رخصت لے کر آؤ۔ سوائے اکبرؑ کے۔

عباسؑ خود گئے ہیں، قاسمؑ اپنی ماں کے پاس خود گئے ہیں۔ عونؑ و محمدؑ شہزادی زینبؑ کے بلانے پر گئے ہیں۔ یہ اکیلا ہے اکبرؑ جسے حسینؑ نے حکم دیا ہے کہ جاؤ اپنی ماں اور اپنی پھوپھی سے اجازت لے لو...... اکبرؑ خیمے میں آئے کوئی تفصیلات نہیں ملتیں سوائے اس کے کہ ساری بیبیاں گھیر کر کھڑی ہوگئیں۔ اپنے بال کھولے اور کہا:

اللّٰھم ارحم غربتنا۔ اے اللہ ہماری غربت پر رحم کر۔

مجلس ہفتم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾

عزیزانِ گرامی! ''میراثِ عقل اور وحی الٰہی'' کے عنوان سے ہمارا سلسلۂ گفتگو اپنے ساتویں مرحلے میں داخل ہوا۔ پروردگار نے انسانیت کو اس کا نفع اور نقصان سمجھاتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ من اهتدى فانما يهتدى لنفسه

جو بھی ہدایت پاجائے تو اس کا فائدہ اس ہدایت پاجانے والے کو پہنچے گا۔

ومن ضل فانما يضل عليها۔ اور جو گمراہ ہوجائے اس کا نقصان صرف گمراہ کو ہی ہوگا۔

ولاتزروازرة وزرا اخرىٰ۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کے بوجھ کو نہیں اٹھائے گا۔

وما كنا معذبين حتىٰ نبعث رسولا۔ اور ہم اس وقت تک عذاب نازل نہیں

کرتے جب تک کہ اس امت میں رسول نہ بھیج دیں۔

واذا اردنا ان نهلك قرية اگر ہم یہ چاہیں کہ کسی قوم کو ہلاک کردیں تو ہمارے ہلاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ "**امرنا مترفيها**" ہم اس قوم کے صاحبان حیثیت کو نیکی کا حکم دیتے ہیں۔

ففسقوا فيها۔ اور وہ ہمارے حکم کے ردِعمل پر فسق و فجور کرتے ہیں۔

فحق عليها القول۔ جہاں ہمارے حکم کے مقابلے پر نافرمانی آجائے وہاں ہمارا قول طے ہوجاتا ہے۔

فدمرنها تدميرا۔ اور ہم اس قوم کو تباہ و برباد کردیتے ہیں۔

ان آیات میں پروردگار عالم نے ایک بنیادی اصول دیا۔ اللہ جب تک رسول نہ بھیجے عذاب نازل نہیں کرتا۔ یہ عقلی قاعدہ ہے۔ اگر تم استاد ہو تو پہلے تم اپنے شاگرد کو اچھا اور برا سمجھاؤ گے۔ یہ اچھا ہے کرو۔ یہ برا ہے نہ کرو۔ سمجھانے کے بعد اگر وہ برا کرے پھر تم اسے سزا دو گے۔ یہاں وہی قاعدہ بیان ہوا ہے۔ کہ پہلے ہم اچھا اور برا بتلائیں گے اور اگر برے پر عمل کرو گے تو سزا دیں گے۔

"اصولِ حق" ہمارے اسلامی تعزیر کا ایک اہم باب ہے اور اس میں ایک اصطلاح استعمال ہوئی ہے "**قبح عتاب بلا بيان**" برائی بیان کیے بغیر سزا دے دینا قبیح ہے۔ پہلے برائی بیان کرو پھر سزا دو۔

اللہ پر واجب ہے کہ اچھائیاں بتلائے اور برائیاں بتلائے۔ برائیاں بتائے بغیر نہ سزا دے سکتا ہے اور نہ اچھائیاں بتلائے بغیر جزا دے سکتا ہے۔ تو پروردگار تو آیا نہیں بتلانے کے لیے اب ہمیں اچھائیاں اور برائیاں کون بتلائے؟......

کہا: میرے نظام ہدایت پر نظر رکھو۔ تو اب اگر رسولؐ کہہ دے کہ اچھا ہے تو اچھا ہے اور اگر رسولؐ کہہ دے کہ برا ہے تو برا ہے۔ کیوں کہ رسولؐ بھیجے گئے اچھائیاں اور برائیاں بتلانے کے لیے۔ اگر رسول دنیا میں آنے کے بعد اچھے کو برا بتلا دیں اور برے

کو اچھا بتلا دیں تو ہوگا کیا؟

ایک سوال ہے اب تمہیں الٹا لگے یا سیدھا لگے۔

کہا: نہیں یہ تو ممکن ہی نہیں ہے۔ کہ وہ اچھے کو برا بتلائے اور برے کو اچھا بتلائے۔

میں نے کہا: کیسے ممکن نہیں ہے۔ کہا کہ وہ بھیج رہا ہے۔ اگر تم بناتے تو خطرہ تھا۔ کیا کمال کا لفظ استعمال کیا ہے۔

اذا اردنا ان نهلک قرية...... اردنا۔ جب ہم کسی قوم کی ہلاکت کا ارادہ کرتے ہیں تو ''امرنا''......تو ہم حکم دیتے ہیں۔ تو حکم دیا محمدؐ نے...... اللہ کہہ رہا ہے ہم نے حکم دیا۔ اللہ محمدؐ کے اعمال کو اپنا حکم کہتا ہے۔

میں حیران ہوجاتا ہوں کبھی کبھی پروردگار کی اس محبت پر کہ کام کیا محمدؐ نے اللہ نے کہا: میں نے کیا۔ امرنا۔ نیکیاں بتلائیں محمدؐ نے، برائیاں بتلائیں محمدؐ نے اللہ کہہ رہا ہے کہ ہم نے بتلائیں۔ تو اب محمدؐ کے عمل سے ڈرتے رہنا۔ نہیں...... محمدؐ کے عمل پر نگاہ رہے اگر کسی کو اٹھالے تو اس نے نہیں اٹھایا اللہ نے اٹھایا اور اگر کسی کو ہٹا دے تو اس نے نہیں ہٹایا اللہ نے ہٹایا۔

اور یہ ایک رسول کی بات نہیں ہے جسے بھی وہ بھیجے گا اس کے قول و عمل کی ذمہ داری قبول کرے گا۔ ''امرنا''۔ موسیٰؑ نے حکم دیا کہتا ہے ہم نے حکم دیا۔

عیسیٰؑ نے حکم دیا کہتا ہے ہم نے حکم دیا۔

ہم حکم دیتے ہیں اتنا اعتبار ہے اللہ کو اپنے بھیجے ہوئے رسول پر۔ اسی اعتبار کا نام ''عصمت'' ہے۔

''عصمت'' عطیہ الٰہی ہے۔ مشکل ترین مسائل ہیں جنہیں آسان ترین لفظوں میں تمہاری خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

تو ''عصمت'' عطیہ الٰہی ہے۔ تم اگر اپنے آپ کو گناہ سے محفوظ رکھو تو تم محفوظ ہو

معصوم نہیں ہو۔ ''عصمت'' اللہ کا gift ہے، ''عصمت'' اللہ کا انعام ہے، ''عصمت'' اللہ کا تحفہ ہے، ''عصمت'' اللہ کا ہدیہ ہے۔ اگر تم نے خود کسب کیا ہے تو فخر کرو، اگر انعام ملے تو شکر کرو۔ تو ''عصمت'' مقامِ فخر نہیں ہے مقامِ شکر ہے۔ مقام تواضع ہے، مقام فروتنی ہے۔ یہی تو ہوا کہ جب حکم دیا کہ سجدہ کرو۔ تو جو معصوم تھے وہ جھک گئے، جو معصوم نہیں تھا وہ اکڑ گیا۔

اب تمہیں یہ پوچھنے کا حق ہے کہ جناب بڑا تیر مارلیا، اسے معصوم بنا دیا۔ اگر ہمیں بنا دیتا تو ہم بھی بن جاتے۔ (یہ مسائل وہ ہیں جو ذہن میں پیدا ہوتے رہتے ہیں اور گفتگو کا مطلب یہ ہے کہ یہ مسائل حل ہوتے ہوئے چلیں)

اس کو معصوم کیوں بنایا ہمیں معصوم کیوں نہ بنایا یہ سوال بہت دور جائے گا کہ اس کو جانور کیوں بنایا ہمیں انسان کیوں بنایا۔ دیکھو جانور کو جانور بنا دیا تو اسے یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ مجھے انسان کیوں نہیں بنایا اور انسان کو انسان بنا دیا تو ہمیں یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ ہمیں فرشتہ کیوں نہیں بنایا۔ فرشتہ کو فرشتہ بنا دیا تو اسے یہ حق نہیں ہے کہنے کا کہ اسے جن کیوں نہیں بنایا اس لیے کہ قران اللہ کی پالیسی دے چکا ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل آیت ۸۴۔ قل کلٌ یعمل علےٰ شاکلة۔

رسولؐ کہہ دو کہ دنیا میں جو چیز بھی ہم نے بنائی ہے وہ اپنے مزاج اور صورت پر عمل کرتی ہے۔

تو جس سے جیسا کام لینا تھا ویسا بنایا۔ تم اللہ کی تخلیق کو چیلنج نہیں کر سکتے۔ جیسی صفتیں جس کو درکار تھیں ویسی صفتیں اس کو دیں۔ صرف یہی نہیں تمہارے جسم میں طاقت کی ضرورت جہاں تھی وہاں رکھی۔ اگر آنکھ پیشانی کے بجائے گھٹنوں میں رکھ دیتا، اگر پاؤں سر کے اوپر اگا دیتا تو حشر کیا ہوتا۔ تو جس کی جہاں ضرورت ہے وہاں رکھا۔ اور جیسی ضرورت ہے ویسا بنایا۔ یہی سبب ہے۔ کہ رسولوں میں چھوٹے بھی آئے بڑے بھی آئے لیکن کسی رسول نے یہ نہیں کہ ہمیں خاتم النبیین کیوں نہیں بنایا۔

مقامِ عصمت علمِ کلام کا بڑا اہم مسئلہ ہے اور میرے پاس اس سے زیادہ آسان الفاظ نہیں ہیں۔

تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض۔ (سورۂ بقرہ آیت ۲۵۳)

ہم نے بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ انبیاء سے بلند رسولؑ، رسولؑ سے بلند اولوالعزم، اولوالعزم سے بلند خاتم النّبیّین۔ تو کسی چھوٹے نبی یا چھوٹے رسول نے یہ نہیں کہا کہ مجھے خاتم النّبیین کیوں نہ بنایا۔ اس لیے کہ وہ چھوٹا رسول اپنے کو بھی پہچان رہا تھا، محمدؐ کو بھی پہچان رہا تھا اور سمجھ رہا تھا میری منزل اور ہے، اِن کی منزل اور ہے۔ تو کیوں کہ خود کو بھی پہچان رہا تھا، محمدؐ کو بھی پہچان رہا تھا اس نے نہیں کہا کہ مجھے خاتم بنا دے۔ تو جو نہ محمدؐ کو پہچانے نہ اپنے کو پہچانے وہ اپنا جیسا کہہ دے تو اعتراض کیا ہے؟

پروردگار نے جتنا جس کو اہل دیکھا اس صلاحیت کے مطابق اس کو منصب دے دیا۔ تو مالک اتنا تو معلوم ہوگیا کہ کچھ تو نے معصوم بنائے لیکن ہمیں کیسے پتہ چلے کہ کون معصوم ہے۔ کون معصوم نہیں؟......

کہا: معلوم کرنے کی ضرورت نہیں، اصول دے دیا۔ جسے ہم بھیجیں وہ معصوم۔ جسے عہدہ دے دیا وہ معصوم۔ کچھ ایسے ہیں۔ جنہیں عہدہ نہیں دیا فقط عصمت دی تو مالک کیسے پتہ چلے کہ وہ کون ہیں؟......

کہا: ان کے لیے الگ سے وحی اتاریں گے۔

یا مریم ان اللّٰہ اصطفک و طھرک واصطفک علیٰ نسآءِ العٰلمین۔ (سورۂ آلِ عمران آیت ۴۲)

مریم ہم نے تجھے طاہر بنایا تو جہاں طہارت آجائے وہاں عصمت ہے۔

اچھا تو نبیوں کی عصمت کی دلیل کیا ہے؟...... کہا کوئی ضرورت نہیں دلیل کی۔ جسے اللہ عہدے دے وہ معصوم ہے۔ اچھا مالک ہم نے تو یہ سنا ہے کہ تو کچھ لوگوں کو معصوم بناتا ہے بغیر عہدے کے۔

کہا: ہاں ایسے معصوموں کو وحی الٰہی میں تلاش کرو۔

یا مریم ان اللّٰہ اصطفک وطھرک ۔مریم ہم نے تمہیں طاہر قرار دیا۔

ایک لفظ ہے قرآن میں ''طھرک''، ساری دنیا کا مسلمان کہتا ہے مریم معصومہ، اور فاطمہؑ کے لیے دو لفظ آئے۔

وطھرکم تطھیرا۔ اب عجیب بات ہے جسے عہدہ نہیں دیا اس کی عصمت کا کمال اعلان۔

(بڑی نازک بات کہنے جا رہا ہوں اور اس منبر سے نہ کہوں تو کہاں کہوں اور تم سے نہ کہوں تو کس سے جا کر کہوں؟) تو نبی آئے معصوم، اور مریمؑ بھی معصوم، سیدہؑ بھی معصوم۔

عجیب بات ہے نا! سیّدہ کی عصمت کا اعلان کرتا ہے قران میں، مریمؑ کی عصمت کا اعلان کرتا ہے قران میں۔ آدمؑ معصوم۔ ان کو نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ تو آدمؑ کو ضرورت نہیں تھی کہ ان کے لیے عصمت کا لفظ آئے۔ اب خطرناک بات یہ ہے کہ آدمؑ تو عہدہ کے اعتبار سے معصوم ہیں ان کے لیے ایسی آیتیں موجود ہیں جن سے ان کے لیے خلافِ عصمت ثابت ہوتا ہے۔ اب آیتیں سناؤں۔

فنسیَ ولم نجدله عزمًا (سورۂ طٰہٰ آیت ۱۱۵)

آدمؑ اپنے عہد کو بھول گیا۔ وہ پھل کھانے والا عہد۔ دیکھو میں آیت کا ترجمہ کر رہا ہوں۔ آدمؑ اپنے عہد کو بھول گیا اور ہم نے آدمؑ میں عزم نہیں دیکھا۔

دیکھو بھیجا ہے اللہ نے، ہے معصوم، اس پہ اعتراض کر رہا ہے اللہ۔ اشارہ ہو رہا ہے کہ خلافِ عصمت (کام) ہوا۔ دوسرے مقام پر کہا:

وعصیٰ آدم ربه فغویٰ (سوۂ طٰہٰ آیت ۱۲۱)

(میری زبان جل جائے میں کیا ترجمہ کروں) آدمؑ نے اپنے رب کے حکم کو نظر انداز کیا۔ ''فغویٰ'' وہ اپنے راستے سے ہٹ گیا۔ تو جن کی عصمت سے کوئی کام نہیں لینا

تھا ان کی عصمت تو کھول کر قران میں لکھ دی۔ مریمؑ کی اور سیدہؑ کی۔ اور جن کی عصمت سے کام لینا ہے ان کی عصمت پر اعتراض کر رہا ہے......

کہا: یہی تو ''میراثِ عقل'' ہے کہ وحی الٰہی میں ایسے اعتراض رکھوں گا کہ تمہاری عقل کا امتحان ہو جائے کہ جب نبی معصوم ہے تو ان جملوں کا مطلب کیا ہے۔ اگر تم نے وہ معنی نکالے جو ہم بیان کر رہے ہیں تو تم ہمارے مطلب کو سمجھ گئے اور اگر تم نے وہ معنی نکالے جو خلافِ شانِ نبوت ہیں تو یہ نہ سمجھنا کہ تم نے فقط کارِ نبوت کا انکار کیا۔ اگر نبوت پہ شک کرو تو نبی پر شک ہے۔

آدمؑ کے لیے جو لفظ استعمال کیے ہیں ان کے معنی عصمت کی روشنی میں تلاش کرو۔ یہ ہے مقامِ تاویل، یہ ہے مقامِ تفسیر، آیات متشابہ بھی ہیں، آیات محکم بھی ہیں۔ محکم سب سمجھتے ہیں، متشابہ میں تاویل کی ضرورت ہے۔ تاویل کے معنی...... معنی...... معنی کو سمجھنا ضروری ہے۔ تو اللہ یہی چاہ رہا تھا کہ ''میراثِ عقل وحی الٰہی'' میں صرف ہو۔ اب میں پوچھنا چاہ رہا ہوں کہ اللہ نے اعلان کیا کیا۔

انی جاعل فی الارض خلیفه۔ میں زمین پہ خلیفہ بنا کر بھیجنے والا ہوں۔

تو آدم سے پہلے announcement کیا ہے کہ میں اسے خلیفہ بناؤں گا۔ تو اب جو آدمؑ زمین پر بھیجے گئے تو سزا میں بھیجے گئے یا خلیفہ بنا کر بھیجے گئے؟...... دیکھو بڑا اعتراض ہے اور بڑا شور ہے تفسیروں میں کہ آدمؑ سے چوک ہوگئی پھل کھالیا اور اس کی سزا میں زمین پر بھیج دیئے گئے۔ بہت کہا گیا۔ لیکن میں تم سے تمہارے وجدان و عقل وفہم کو اپیل کرتا ہوں کہ کیا سزا میں بھیجے گئے؟ بھئی بنانے سے پہلے کہہ دیا گیا تھا۔

انی جاعل فی الارض خلیفه۔ میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں۔

تو اس خلیفہ کو بنا کر بھیج دیا تو سزا میں تو نہیں بھیجا۔ یہ کائنات کا پہلا خلیفہ ہے اور اللہ نے کہا: اسے بنا کے زمین پر بھیجوں گا۔ بنایا بھی بھیج بھی دیا۔ تو پہلے خلیفہ میں غلطی کا جواز اس لیے نکالا گیا کہ بعد والے خلیفاؤں کی جان بخشی ہو سکے۔ پہلے خلیفہ میں غلطی

اس لیے نکالی گئی کہ آنے والے خلفاء کے لیے جواز بن جائے۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں (چاہے تم مانو یا نہ مانو) کہ میرے نبیؐ کو ان پڑھ اس لیے کہا گیا کہ ان پڑھوں کے منبر پر آنے کا جواز بن جائے۔

عنوانات جو ہوتے ہیں انہیں مسلسل نو دس مجلسوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور اگر انہیں جمع کرو تو مسلسل ایک خطِ فکر ہے۔ مسلسل استدلال، ایک مکمل تھیسس، پہلی تقریر سے لے کے آخری تقریر تک اور علمِ کلام کے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، انہیں پڑھ لو تم پر بہت سے راز منکشف ہو جائیں گے۔

تو رسول آئے۔ رسولوں کے دو کام۔ تنزیل اور تاویل۔ اللہ سے وحی لے اور بندوں تک پہنچائے یہ تنزیل ہے اور معنی بتلائے وحی کے یہ تاویل ہے۔

جب اُتر رہا ہے تو اسے منوانا ہے۔ تنزیل منوائی جاتی ہے تاویل بتلائی جاتی ہے۔ تنزیل کو منوانا ہے مشرکین سے اور تاویل کو منوانا ہے مسلمین سے۔ میرے نبی نے کہا (مستند کتابوں میں دیکھو)

یاعلی انت تقاتل علی التاویل کما قاتلت علی التنزیل

علیؑ میری ساری جنگیں تنزیل پر ہوئیں، تیری ساری جنگی تاویل پر ہوں گی۔ تم سے بہتر میرے نبیؐ کے اس جملے کو کون سمجھے گا۔

سب نے لکھا اگر کبھی ضرورت ہو حوالوں کی تو میرے پاس آ جانا اپنی لائبریری سے کتابیں دکھلاؤں گا۔ **یا علی انت تقاتل علی التاویل کما قاتلت علی التنزیل**۔ علیؑ میں نے جنگیں لڑی ہیں تنزیل پر۔ تنزیل ظاہری مفہوم تاویل۔ معنی......

اب میں لفظ بدل دوں؟ تنزیل ظاہر، تاویل باطن۔

تنزیل کھلی ہوئی۔ تاویل چھپی ہوئی۔

تو علیؑ میرا کام ہے کھلا ہوا۔ تیرا کام ہے چھپا ہوا۔ میرے سامنے جو آئیں گے وہ کھلے ہوئے ہوں گے، تیرے سامنے جو آئیں گے وہ چھپے ہوئے ہوں گے۔

یاعلیؑ میرا دشمن کھلا ہوا ہوگا۔ تیرا دشمن چھپا ہوا ہوگا۔
تو وحی کو منوانا نبیؐ کا کام ہے۔ وحی کو سمجھانا علیؑ کا کام۔
پیغمبرؐ اپنے زمانے میں تنزیل اور تاویل دونوں کے مالک ہیں۔
وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبیّن (سورۂ نحل آیت ۶۴)
حبیب ہم نے اس کتاب کو اس لیے نازل کیا کہ تو بیان کرے گا۔
تو رسول صاحبِ تنزیل بھی ہے صاحبِ تاویل بھی ہے۔
وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون۔ بالبینٰت والزبرو انزلنا الیک الذکر لتبیّن للناس ۔
(سورۂ نحل آیت ۴۳۔۴۴) حبیب ہم نے اس ذکر کو جس کا نام قران ہے اس لیے نازل کیا کہ تو اسے بیان کرے گا۔

ھوالذی انزل علیک الکتاب منه آیات محکمات ھن ام الکتاب واخر متشابهات ء فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ماتشبه منه ابتغآء الفتنة و ابتغاءَ تاویله ج وما یعلم تاویله الا اللّٰه والرّسخون فی العلم (سورۂ آلِ عمران آیت ۷) جب تک رسول موجود ہیں منصبِ تنزیل اور منصبِ تاویل دونوں رسول کے پاس ہیں۔تنزیل کا منصب ختم ہوگیا۔تاویل کا منصب باقی ہے۔

اب مجھے ایک جملہ کہنے دو جب تک رسولؐ موجود ہے۔ رسولؐ قرآن کے ساتھ ہے،قرآن رسولؐ کے ساتھ ہے۔ اس لیے کہ قران سمجھاتا ہے محمدؐ کو اور اگر چلے جائیں محمدؐ تو قران کس سے ملے۔ اس سے ملے گا جو قرآن کے ساتھ ہو اور قرآن اس کے ساتھ ہو۔ تلخیص دے رہا ہوں۔ پوری کائنات کا مرکز توحید۔
تمہیں کس نے بنایا؟...... اللہ نے۔
اس دنیا میں تمہیں کسی نے بھیجا؟...... اللہ نے۔
تمہارے لیے زندگی کی سہولتیں اس زمین پر کس نے فراہم کیں؟...... اللہ نے۔

یہ زمین خود کس نے بنائی؟...... اللہ نے۔

یہ تمہارے لیے ٹمٹماتے ہوئے ستاروں کی قندیلیں کس نے لٹکائیں؟...... اللہ نے......

یہ تمہارے سر پر آسمان کی چھت کس نے ڈالی؟...... اللہ نے۔

یہ سورج اگر نہ ہو تمہاری چیزیں سڑ جائیں۔ اس دھوپ کو کس نے پیدا کیا سورج کے ذریعے؟...... اللہ نے۔

چاند اگر نہ ہو تمہارے پھلوں میں مٹھاس پیدا نہ ہو...... یہ کس نے کیا؟...... اللہ نے۔

تو سارے کام کیے اللہ نے۔ تم کو کس نے بتلایا کہ یہ اللہ کر رہا ہے؟ رسول نے...... تو مرکز ہے توحید۔ رسالت ہے اس توحید کا دائرہ۔

کس نے بتلایا کہ اللہ ہے؟...... رسول نے۔ ہر زمانے کے رسول کی بات کر رہا ہوں کسی ایک رسول کی بات نہیں کر رہا اور کتنے بتلائے؟...... پانچ یا تین؟...... نہیں ایک۔ یہ بھی بتلایا کہ ہے اور یہ بھی بتلایا کہ ایک ہے تو مرکز ہے توحید اور دائرہ ہے اس کے چاروں طرف رسالت کا۔

تم نے پرکار دیکھا ہے نا اس کی دو ٹانگیں ہوتی ہیں ایک ٹانگ کو ٹکا کر مرکز بناؤ اور پھر اس مرکز کے گرد دائرہ کھینچو۔ دائرہ بن نہیں سکتا جب تک مرکز نہ ہو۔ اب پرکار کو اٹھالو۔ دائرہ نظر آئے گا مرکز نظر نہیں آئے گا۔ تو مرکز نظر نہیں آتا۔ تو انکار کر دو مرکز سے!...... نہیں بھئی مرکز سے کیسے انکار کر دیں اگر مرکز نہ ہوتا تو دائرہ ہی نہیں بنتا...... تو رسالت دلیل ہے خدا کی۔

مرکز ہے توحید۔ دائرہ ہے رسالت۔ اب جملہ سنو۔ میں جو تنزیل اور تاویل کی بات کر رہا تھا۔ نبی کے دو کام ہیں، ادائے پیغام۔ پیغام پہنچائے اور دوسرا کام ہے بقائے پیغام...... پیغام باقی رہے۔ کیسے باقی رہے جب تیئس برس بعد یہ چلا جائے گا...... قابل

غور بات ہے یا نہیں؟...... کیسے ممکن ہے کہ نبی آیا نبوت کی ۲۳ برس اور چلا گیا...... اور جن ہاتھوں میں دے کر گیا ہے...... پہلے بھی تجربہ ہو چکا ہے وہ ہاتھ محفوظ نہیں ہیں۔ تو ادائے پیغام کافی نہیں ہے۔ جب تک بقائے پیغام نہ ہو۔

آج میں نے آیتیں اور روایتیں بہت کم ہدیہ کیں۔ میں چاہ رہا تھا کہ تم کامن سنس سے کسی نتیجہ پر پہنچ جاؤ۔ تو مرکز ہے۔ توحید اور دو پیغام ذہن میں رکھنا۔ ادائے پیغام اور بقائے پیغام اس نے کہا:

علمک مالم تعلم۔ حبیب تجھے ساری دنیا کا علم دے دیا۔

اب ایک دائرہ مرکز کے گرد بن گیا اور دائرے نے کہا:

انا مدینة العلم و علی بابها...... یہ دوسرا دائرہ بنا۔

مرکز ہے توحید، پہلا دائرہ بنا **علمک مالم تعلم**۔ حبیب سارا علم تیرے پاس ہے اور اب رسول نے دوسرا دائرہ بنایا **انا مدینة العلم و علی بابها**...... تو اب توحید کے مرکز پر دو دائرے ہیں۔ ایک ادائے پیغام کا دائرہ ہے ایک بقائے پیغام کا دائرہ۔

مرکز ہے توحید۔ اس نے کہا قرآن میں: **اطیعوا الرسول** رسول کی اطاعت کرو۔ ایک دائرہ بن گیا اور ذوالعشیرہ میں جب علیؑ نے مدد کا وعدہ کیا تو رسولؐ کہنے لگے: **فاطمعوا اللہ فاطیعوا** اس کی اطاعت کرو۔

اللہ نے کہا: اِس کی اطاعت کرو۔

اِس نے کہا: اُس کی اطاعت کرو۔ اب دو دائرے بن گئے یا نہیں۔

خلاصہ اس طرح سے ہوا۔ توحید ہے مرکز اس پر پہلا دائرہ ہوا نبوت کا، یہ ادائے پیغام کا دائرہ ہے، دوسرا دائرہ ہے **امامت** کا یہ بقائے پیغام کا دائرہ ہے۔ اب ایک جملہ کہہ رہا ہوں۔

اگر تمہیں مرکز تک جانا ہے تو کسی طرف سے بھی جاؤ دائرے سے گزرے بغیر نہیں جا سکتے۔ پہلا دائرہ ہے امامت کا دوسرا دائرہ ہے رسالت کا اس کے بعد ہے توحید۔

تو پہلے علی ولی اللّٰہ ماننا ہوگا۔

پھر محمد الرسول اللّٰہ ماننا ہوگا پھر **لاالہ الا اللّٰہ** ماننا ہوگا۔

امامت سلسلہ ہے نیابتِ محمدؐ کا اور اب ایک جملہ یاد رکھنا۔ جب میں کہتا ہوں یاد رکھنا تو اس کو یاد رکھا کرو۔ تمہاری عقلوں کی حیثیت کیا ہے۔ خدا نے یہ کیوں کر دیا؟ وہ کیوں کر دیا؟ تمہاری عقلوں کی حیثیت کیا ہے کبھی کبھی معصوم عقل گھبرا جاتی ہے! یہ جملہ سمجھ میں آیا تمہاری؟ اگر سمجھ میں آ گیا ہوتا تو اتنے چپکے نہ بیٹھے ہوتے۔

بھئی تمہاری عقلوں کی حیثیت کیا ہے کبھی کبھی تو معصوم عقلیں گھبرا جاتی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کو بڑا ناز تھا کہ مجھ سے بڑا عالم کوئی نہیں۔ کہا: جاؤ خضرؑ کے پاس۔ اور خضرؑ نے ایسے کام کیے کہ موسیٰؑ بھڑک گئے۔

خضر علیہ الصلوٰۃ و السلام کو جانتے ہونا! قران نے عبد صالح کہا۔ ہمارا صالح بندہ، نام نہیں لیا حضرت خضرؑ کا اور حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ جاؤ ہمارے بندے کے پاس۔

اب ایک چھوٹا سا واقعہ سنو اور مجھے اجازت دو۔ یہ جو ہمارے پاس حدیث کا ذخیرہ ہے، تفسیر کا ذخیرہ ہے، تاریخ اسلامی کا ذخیرہ ہے، سیرت کا ذخیرہ ہے، لاکھوں صفحات ہیں۔ چھوٹے موٹے نہیں۔ اگر تم تفحص سے کام لو تو تمہیں عجیب وغریب نوادر اور عجیب وغریب جواہر نظر آئیں گے۔ ایک چھوٹا سا واقعہ سنتے جاؤ......

ایک دن پیغمبرؐ مدینہ کی مسجد میں تشریف فرما تھے۔ (حوالہ مجھ سے لے لینا) سیرت کی کتابوں میں واقعہ درج ہے۔ پیغمبرؐ تشریف فرما ہیں اور صحابہ کرام پیغمبرؐ کو گھیرے ہوئے بیٹھے ہیں۔ اتنے میں کوئی بزرگ داخل ہوئے۔ پیغمبر اکرمؐ کو سلام کیا اور پیغمبرؐ نے اٹھ کر ان کی تعظیم کی۔ عالمین کا سب سے بڑا رسولؐ اٹھ کر تعظیم کر رہا ہے۔ کمال ہے! اچھا چھوٹا سا شہر ہے مدینہ کوئی ڈیڑھ کروڑ کی آبادی کا شہر تو نہیں ہے۔ سب ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ لیکن کسی نے نہیں پہچانا کہ یہ ہیں کون! انہوں نے سلام کیا۔ رسولؐ نے جواب سلام دیا اور کہا: آپ نے کیسے زحمت کی؟

کہا: یا رسول اللہ کچھ مسئلے پوچھنے تھے۔

گود میں بیٹھا تھا حسنؑ ...... رسول کا بڑا نواسہ۔ کہا: اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس بچے سے پوچھ لیں۔ انہوں نے کہا: میں پوچھوں گا...... انہوں نے چھوٹے بچے کا ہاتھ تھاما، اسے مسجد کے گوشے میں لے گئے اور سوالات کیے...... سوالات کرنے کے بعد لائے اور بچے کو رسولؐ کی گود میں بٹھا دیا۔ رسولؐ نے کہا کہ آپ جوابات سے مطمئن ہوگئے؟......

کہا: کہ ہاں یا رسول اللہؐ میں مطمئن ہوگیا اور یا رسول اللہؐ اب مجھے اجازت دیجیے۔ رسولؐ نے پھر کھڑے ہوکر تعظیم کی اور وہ بزرگ چلے گئے۔

بعد میں لوگوں نے پوچھا کہ یا رسولؐ اللہ یہ کون تھے؟......

کہا: یہ خضر علیہ السلام تھے اور کبھی کبھی میرے پاس مسئلہ پوچھنے کے لیے آجاتے ہیں۔

اب میرا جملہ یاد رکھنا۔ جو خضرؑ کو نہ پہچانے وہ امت اور جو خضرؑ کو پڑھا دے وہ امامت ہے۔ وہ حسنؑ ہے اور اسی حسنؑ کے بیٹے کا نام ہے قاسمؑ۔

کربلا کے میدان میں حسینؑ کے تین بیٹے۔ یہی فضائل ہیں یہی مصائب ہیں۔ تین بیٹے ہیں۔ سیّد سجادؑ، علی اکبرؑ، علی اصغرؑ۔

حسنؑ کے بھی تین بیٹے کربلا کے میدان میں ہیں حسن مثنیٰ، قاسم، عبداللہ ابن حسنؑ۔

سیّد سجادؑ شہادت سے بچ گئے الوہی مصلحت کے تحت کہ نسل امامت کو آگے جانا ہے اور امامت کے سلسلے کو مربوط رکھنا تھا۔ تو جس طریقہ سے حسینؑ کا ایک بیٹا سجادؑ بچ گیا اسی طریقہ سے حسنؑ کا بیٹا حسن مثنیٰؑ بچ گیا۔ حسن مثنیٰؑ کربلا میں تھے۔ عاشور میں جنگ لڑی۔ بیہوش ہوکر گر گئے۔ قاتل سمجھا کہ یہ مرگیا ہے انہیں چھوڑ دیا۔

جب تیسرے دن بنی اسد آئے ہیں لاشوں کو دفن کرنے کے لیے اور ان کی نبض

دیکھی ہے تو نبض چل رہی تھی۔ انہیں لے گئے ان کا علاج کیا وہ اچھے ہوگئے پھر مدینہ واپس گئے۔ اور انہی سے حسنی سادات کی نسل چلی ہے۔ تو کربلا میں حسنؑ کے تین بیٹے۔ ایک بیٹے سے نسل چلی ہے۔

کربلا میں حسینؑ کے تین بیٹے۔ ایک بیٹے سے نسل چلی ہے۔ سیّد سجادؑ سے۔

تو ایک ایک بیٹے دونوں کے بچ گئے اور دو دو بیٹے دونوں کے شہید ہوئے۔ لیکن عجیب فرق کے ساتھ کہ دو تلوار سے شہید ہوئے دو تیر سے شہید ہوئے۔ جو تیر سے شہید ہوا حسینؑ کا بیٹا علی اصغرؑ اور جو تیر سے شہید ہوا حسنؑ کا بیٹا عبداللہ ابن حسنؑ اور جو تلوار سے شہید ہوا حسینؑ کا بیٹا علی اکبرؑ اور جو تلوار سے شہید ہوا حسنؑ کا بیٹا...... قاسمؑ۔ جس کے تذکرے کے لیے تم آج یہاں جمع ہو۔

بڑی تمنا تھی اس بچے کو۔ شب عاشور پوچھ رہا تھا کہ چچا کیا اس محضر میں میرا نام ہے؟ کہا: بیٹے تو اپنی بات کرتا ہے اس محضر میں تیرے چھوٹے بھائی علی اصغرؑ کا بھی نام ہے۔

پھر کیا پوچھا تھا حسینؑ نے؟...... بیٹے تو موت کو کیا سمجھتا ہے۔ جواب دیا تھا بچے نے: **احلیٰ من العسل**۔ بچہ تھا نا بچوں جیسی بات کی۔ چچا موت میرے لیے شہد سے زیادہ میٹھی ہے۔

عاشور کا دن آیا...... انصار گئے، عزیز گئے۔ ہر مرتبہ اس بچے نے حسینؑ کو دیکھا ہے۔ کہا کچھ نہیں کہ شاید اب مجھے اجازت مل جائے۔ اب مجھے اجازت مل جائے۔ لیکن جب بنی ہاشم جانے لگے۔ تو اب بچہ حسینؑ کے سامنے آ گیا۔ چچا مجھے اجازت عطا ہو۔

حسینؑ دیکھتے تھے اور خاموش ہوجاتے تھے بچے کی آنکھیں ڈبڈبا اٹھیں جب دل میں کسی کے کوئی بوجھ ہو اور کوئی بڑا مل جائے تو انسان رو کر اس بوجھ کو ہلکا کر لیتا ہے۔ خیمے میں بھرے ہوئے دل کے ساتھ آیا اور ماں نے فقط اتنا پوچھا کہ بیٹے قاسم تم یہاں کیوں ہو؟......

بس تسلی کے الفاظ سننے تھے دونوں ہاتھ پھیلا کر بچہ ماں کی طرف دوڑا۔ گود میں جا کر گر گیا۔

کہا: اماں چچا مجھے جنگ کی اجازت نہیں دیتے۔

وقت نہیں ہے لیکن میرے ذہن میں یہ ہے کہ کہیں رسول کا بڑا نواسہ مجھ سے یہ نہ پوچھ لے کہ تو نے بڑے بڑے مصائب بیان کیے تھے۔ میرا بیٹا کیا اس قابل نہیں تھا۔

ایک منزل پر قاسم کو اجازت ملی۔ اتنا چھوٹا بچہ تھا کہ حسینؑ نے ہاتھوں پر اٹھا کر گھوڑے پر بٹھایا۔

میدان میں آیا۔ پسرِ سعد کے خیمے پر حملہ کرتا جاتا تھا اور پسر سعد سے کہتا جاتا تھا تو سائے میں ہے اور میرا چچا دھوپ میں کھڑا ہے۔ تو پانی پی رہا ہے اور میرا چچا پیاسا ہے۔ بس یہ سننا تھا کہ کسی نے پیچھے سے گرز مارا۔ بچہ گھوڑے سے زمین پر آیا۔ فوجوں کا غل، تلواروں کے ٹکرانے کی آوازیں اور ان آوازوں میں ایک باریک آواز: چچا میری مدد کو آؤ۔ چچا میری مدد کو آؤ۔

حسینؑ نے حملہ کیا، عباسؑ کو ساتھ لیا، دوڑتے ہوئے قاسم کے لاشے پہ پہنچے ایک مرتبہ قاسمؑ کا لاشہ اٹھایا۔ سینے سے سینہ ملایا۔ پاؤں زمین پہ خط دے رہے تھے۔ اتنا چھوٹا بچہ کہ اٹھا کر گھوڑے پر بٹھایا تھا یہ اتنا لمبا کیسے ہوگیا۔ ارے گھوڑوں کی ٹاپیں پڑتی جاتی تھیں اور قاسمؑ آواز دیتا جاتا تھا۔ واعماہ ادرکنی۔ واعماہ ادرکنی۔

مجلس ہشتم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مَنِ اهۡتَدٰى فَاِنَّمَا يَهۡتَدِىۡ لِنَفۡسِهٖ‌ۚ وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيۡهَا‌ ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى‌ ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيۡنَ حَتّٰى نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا ﴿۱۵﴾ وَاِذَاۤ اَرَدۡنَاۤ اَنۡ نُّهۡلِكَ قَرۡيَةً اَمَرۡنَا مُتۡرَفِيۡهَا فَفَسَقُوۡا فِيۡهَا فَحَقَّ عَلَيۡهَا الۡقَوۡلُ فَدَمَّرۡنٰهَا تَدۡمِيۡرًا ﴿۱۶﴾

عزیزانِ محترم! میراثِ عقل اور وحی الٰہی کے عنوان سے یہ ہمارا آٹھواں سلسلۂ گفتگو ہے۔ پروردگار نے بڑے واضح الفاظ میں فرمایا:

وما کنامعذبین حتیٰ نبعث رسولاً۔ ہم اس وقت تک کسی قوم پر عذاب نازل نہیں کرتے جب تک اس قوم پر پیغام کو نہ پہنچا دیں، رسول کو نہ بھیجیں۔ یعنی ضرورت اس بات کی ہے کہ پہلے پیغام پہنچے، پھر نافرمانی ہو، پھر عذاب آئے۔

آج جو ہمارے پاس تہذیب کی میراث ہے، علم وفضل کی میراث ہے، یہ جو آگہی کی میراث ہے، یہ صدقہ ہے رسولوں کے آنے کا۔ رسول اس لیے بھیجے گئے کہ وہ بتلائیں کہ نیک کیا ہے بد کیا ہے۔ نیکی کیا ہے بدی کیا ہے، حلال کیا ہے، حرام کیا ہے۔ رسول اس لیے بھیجے گئے کہ وہ ہمیں بتلائیں کہ اللہ کی مرضی ہے کیا۔ تو اللہ کی مرضی کو انسانوں

تک پہنچانے کا نام رسالت ہے۔ رسول اتنے معتبر ہیں کہ اللہ آواز دیتا ہے:

امرنا مترفیھا۔ ہم نے حکم دیا۔

حکم دیا رسولوں نے، اللہ اس کی نسبت اپنی طرف دیتا ہے۔ بڑے معتبر لوگ ہیں اور اللہ کے نظامِ ہدایت کا نام ہی رسالت ہے۔ آئے، انہوں نے اللہ کی مرضی بتلائی۔ حلال بتایا، حرام بتایا، نیک بتایا، بد بتایا، خبیث بتایا، طیّب بتایا۔ چلے گئے۔

میرا نبیؐ آیا، اس نے حلال کیا، حرام کیا، نیک بتایا، بد بتایا۔ اللہ کی مرضی بتلائی، پورا دین دیا اور میرا نبیؐ چلا گیا۔ اب پوری ملت اسلامیہ سے سوال کر رہا ہوں۔ میرے نبیؐ نے کتاب دی، قلم دیا، وحی دی، دین دیا وہ تمہیں مل گیا یا نہیں؟ تو جس کام کے لیے آیا تھا وہ پورا ہوگیا۔ اس کی ضرورت ختم ہوگئی تو اب کیا ضرورت ہے کہ ہم اس کا احترام کریں؟ (یہ مرحلۂ فکر ذرا سا نیا ہے)۔

دیکھو تم ہو افادیت پسند معاشرہ میں۔ سگریٹ لائٹر کی گیس ختم ہوگئی تم نے اٹھا کر پھینک دیا کہ افادیت ختم ہوگئی۔ بال پائنٹ کی روشنائی ختم ہوگئی اٹھا کر پھینک دیا۔ دوسرا لے لیا کیوں کہ اس کی افادیت ختم ہوگئی۔ ایک مرتبہ سرنج سے انجکشن لگالیا اب اس کی افادیت ختم ہوگئی تم نے پھینک دیا۔ تو تم جس معاشرہ میں ہو وہ disposable معاشرہ ہے۔ افادیت ختم ہوجائے تو اٹھا کر پھینک دو۔

بھئی تم تو غیر متمدن ہو (معاف کر دینا یہ جملہ بڑا تلخ ہے) وہ متمدن یورپ والے جب ماں باپ کی افادیت ختم ہوجاتی ہے تو ان کو اسپتالوں میں پھینک دیتے ہیں جو بوڑھوں کے لیے مخصوص ہیں۔ یہ متمدن معاشرہ ہے اور قران نے آواز دی کہ ماں باپ کے سامنے اُف بھی نہ کرو۔ تو یہ فرق کیسے ہوگیا؟

ان سے پوچھو کہ یہ جو عقلیں تم لیے بیٹھے ہو یہ بازار سے خریدی ہیں یا تمہیں والدین سے میراث میں ملی ہیں۔ یہ عقل خریدی ہوئی نہیں ہے یہ میراث میں آئی ہے اور آئی کس کے ذریعے والدین کے ذریعے۔ تو قران یہی چاہتا ہے کہ تم والدین کا احترام

کرو تا کہ تمہیں وسیلے کا احترام کرنے کی عادت ہو جائے۔

میرے نبیؐ نے پیغام دیا لیکن اس کی افادیت ختم نہیں ہوئی اس لیے کہ قرآن نے آواز دی:

لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ۔ (سورۂ احزاب ۲۱)

قیامت تک کے لیے ہم نے رسول کے کردار میں نمونہ دیا ہے۔ تو کوئی کسی بھی پیشے کا ہو نمونہ رسول ہے۔ قرآن عام لفظ استعمال کر رہا ہے۔ لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ۔ ہم نے پوری انسانیت کے لیے، قیامت تک آنے والے ایک ایک انسان کے لیے اپنے رسول میں نمونہ رکھا ہے۔ ہر پیشے کے لیے نمونہ ہے۔ تو جب رسول ہر پیشے کے لیے نمونہ ہے۔ تو وہ کھجور کے درخت لگانے والے...... ، اُنہیں کیسے غلط بتائے گا؟

بڑے بڑے مسلم مفکرین یہ کہتے ہیں کہ رسول کی زندگی کے دو حصّے ہیں۔ ایک ''عینِ وحی الٰہی'' جب اللہ سے ربط میں ہیں۔

اور ایک ''اجتہاد'' کہ کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا رسولؐ نے وقتی طور پر اس کا جواب دے دیا اور وہ مسئلہ وہیں ختم ہو گیا، وہ جواب وہیں ختم ہو گیا وہ اب قیامت تک نہیں جائے گا۔

تو بھائی آپ کون ہیں جو قولِ رسولؐ پر فتویٰ لگائیں کہ یہ وقتی ہے اور یہ دائمی...... آپ تو امّی ہیں آپ کو یہ حق کس نے دیا؟ اللہ نے تو اپنے رسولؐ کے قول و عمل پر مہر لگائی:

ان اتبع الّا ما یوحی الیَّ (سورۂ انعام آیت ۵۰) جو کرتا ہوں وحی الٰہی ہے۔

وما ینطق عن الھویٰ ۝ ان ھو الا وحی یّوحیٰ۔ (سورۂ نجم آیات ۳۔۴)

جو کہتا ہے وہ وحی الٰہی ہے۔ تو پورا رسولؐ مجموعہ ہے وحی الٰہی کا۔ تو کان کھول کے سن لو! وحی الٰہی وقتی نہیں ہوا کرتی۔

جو طاقت اللہ نے اپنے آخری رسول کو دی ہے اس سے پہلے کسی رسول کو نہیں دی۔

وما آتاکم الرسول فخذوہ ومانھا کم عنہ فانتھوا۔ (سورۂ حشر آیت ۷)

رسول جو دے دے وہ لے لو جس سے روکے رک جاؤ۔ یہی کہا تھا نا! یہ تو نہیں کہا تھا جو مانگے مت دینا۔

رسول کا کوئی حکم وقتی نہیں ہوتا دائمی ہوتا ہے۔ حضرت سمرہ ابن جندبؓ کا ایک کھجور کا درخت تھا ایک دوسرے شخص کے گھر میں۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ جب تشریف لے جاتے تھے تو اس گھر والوں کو پریشانی ہوتی تھی۔ جب ملکیت ہے تو جب چاہیں گے جائیں گے۔ گھر والے یہ کہا کرتے تھے کہ بھائی پوچھ کر آیا کرو بغیر پوچھے آتے ہو تو ہمیں بھی پریشانی ہوتی ہے۔ وہ نہیں مانے۔ گھر والوں نے پیغمبر اکرمؐ سے شکایت کی۔ بڑا مشہور واقعہ ہے اور میں چاہوں گا کہ اس واقعے کو ذہن میں محفوظ رکھو۔

رسول نے کہا: بلاؤ...... حضرت سمرہ تشریف لائے۔

کہا: کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ یہ درخت دے دیں میں آپ کو ایک اور درخت دے دوں گا۔

کہا: نہیں یا رسول اللہ...... کہا: اچھا یہ کریں کہ یہ ایک درخت دے دیں اور اس کے بدلے میں ایک سے زیادہ درخت لے لیں۔

کہا: نہیں یارسولؐ اللہ!

یہ منزل اطاعت تمہاری سمجھ میں آ رہی ہے؟...... اس واقعے کے پڑھنے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ ''محمد رسول اللہ'' کہے تو بھی نافرمانی ہوسکتی ہے۔ بھئی رسول تو وہ ہے کہ جس کے حکم پر جان دی جاسکتی ہے۔ یہ درخت کیا چیز ہے؟

پھر کہا: ایسا کرو کہ یہ درخت دے دو میں جنت میں تمہیں ایک درخت دوں گا۔

کہا: نہیں یا رسولؐ اللہ!

رسولؐ مڑے اور انہوں نے حکم دیا کہ اس درخت کو اکھاڑ کے باہر پھینک دو اور اس کے بعد فرمانے لگے: **لاضَرر ولا ضِررا فی الاسلام۔**

اسلام میں نہ ضرر برداشت کرنا جائز ہے۔ نہ ضرر پہنچانا، کرنا جائز ہے، قیامت تک کے لیے کلّیہ دے دیا یا نہیں؟...... رسولؐ نے آئینہ دے دیا کہ اس آئینے میں اپنی بگڑی ہوئی شکلیں تو دیکھ لو۔

نوجوانوں سے ایک جملہ کہہ رہا ہوں کہ جب آیات میں کوئی گوشہ تمہیں نظر آئے تو ایسے ہی خوش ہوا کرو جیسے فضیلت علیؑ پر خوش ہوتے ہو۔ اس لیے کہ علیؑ میں اور قران میں جدائی نہیں ہے۔ ساری دنیا کے مسلمان جتنے بھی ہیں وہ شریعت میں اور دین میں دو بنیادی باتوں پر متفق ہیں۔ ایک اللہ کی کتاب، دوسرے رسولؐ کی سنت۔ یہ ہیں sources علم کے شریعت کے، قران کے۔ صرف دو sources...... اللہ کی کتاب اور رسولؐ کی سنت۔

اللہ کی کتاب سب جانتے ہیں کہ یہ پہلا ماخذ ہے جس سے دین دیا گیا اور جس سے شریعت دی گئی۔ اب دوسرا ماخذ۔ رسولؐ کی سنت اور سنت کے تین معنی۔ رسولؐ جو کہے وہ سنت، رسولؐ جو کرے وہ سنت اور تم اس کے سامنے کچھ کرو اور رسولؐ تمہیں نہ ٹوکے وہ بھی سنت۔

لیکن قول و فعلِ رسولؐ میں جو فرق ہے وہ میں تمہیں ہدیہ کرنا چاہ رہا ہوں۔ دیکھو عمل سے زیادہ اہم ہے قول۔ اس لیے کہ عملِ رسولؐ کے متعلق ہمیں پتہ نہیں چلتا کہ اس عمل کو ہمیں کرنا چاہیے یا نہیں۔ اب تم سوچو گے کہ یہ کیا بات میں نے کہہ دی کہ رسولؐ عمل کرے اور ہم نہ کریں۔ میاں! رسولؐ کے گھر میں ایک وقت میں نو یا گیارہ ازواجِ مطہرہ تھیں۔ کرو گے؟

تو رسولؐ کے عمل کو ہم آنکھ بند کر کے نہیں لے سکتے...... عمل رسولؐ تمہارے لیے اس وقت تک حجت نہیں ہے جب تک قولِ رسولؐ ساتھ نہ آ جائے۔

تو جو رسولؐ نے کیا وہ تم نہیں کر سکتے جب تک رسولؐ نہ بتلائے اور جو رسولؐ نے نہیں کیا وہ بھی تم نہ کرو ایسا نہیں ہے...... مثال دے دوں (بات ذرا سطح عمومی سے بلند ہو گئی لیکن کام کی ہے) چار رکعتی نماز میں اگر چوتھی اور تیسری میں شک ہو جائے تو اس کا حل فقہ جعفری نے کیا بتایا ہے؟ کہ یہ فرض کر لو کہ یہ چوتھی ہے پھر نماز کو مکمل کرو اور ایک رکعت نمازِ احتیاط پڑھو۔

چیلنج کر رہا ہوں کہ یہ کام تمہیں کرنا ہے، نمازِ احتیاط پڑھنی ہے۔ کیونکہ شک ہو گیا۔ رسولؐ نے پوری زندگی میں ایک مرتبہ بھی نمازِ احتیاط نہیں پڑھی۔ اس لیے کہ اس نماز کی بنیاد شک ہے اور رسول کو شک نہیں ہوا کرتا۔ تو عمل کے مقابلے پر قول کی اہمیت زیادہ ہے۔

اب میں آیا تقریر پر کہ رسولؐ کے سامنے تم کوئی کام کرو اور رسول نہ ٹوکے یہ بھی سنت ہے۔ یہ میں نے کہاں سے کہہ دیا؟......

یا مرھم بالمعروف و ینھاھم عن المنکر۔ (سورہ اعراف آیت ۱۵۷)

نبی پر واجب ہے کہ وہ اچھائی کا حکم دے، نبی پر واجب ہے کہ وہ برائی سے روکے۔ اگر اس کے سامنے برائی ہو رہی ہے تو اس پر روکنا واجب ہے اور اگر نہ روکے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ برائی نہیں ہے۔ تو رسول حالتِ صحت میں ہو تب واجب ہے، حالتِ مرض میں ہو تب واجب ہے۔ اگر منہ سے نہ ٹوک سکے تو منہ پھیرے اور اگر منہ بھی نہ پھیر سکے تو محفل سے تو اٹھا دے نا!

یہ میں نے اپنے رسولؐ کی مثال بیان کی۔ ہر رسول اپنے زمانے میں اتنا ہی اہم تھا اپنی اُمت کے لیے۔ بس یہ کہ ان کی رسالتیں محدود وقت کے لیے تھیں اور ہمارے رسولؐ کی رسالت لامحدود وقت کے لیے ہے۔

ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلھم ائمۃ و نجعلھم الوارثین (سورۂ قصص آیت ۵)۔ ہم نے یہ طے کیا ہے کہ لوگ جنہیں کمزور بناتے ہیں انہی کو ہم امام بنائیں گے اور انہی کو وارث بنائیں گے۔ یہ پانچویں آیت ہے درمیان سے ایک آیت چھوڑ رہا ہوں۔

واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ ج فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم ولاتخافی ولاتحزنی ج انارادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین۔

ہم نے موسیٰ کی ماں پر وحی کی...... کہ بیٹے کو دودھ پلاؤ...... وحی آرہی ہے دودھ پلانے کے لیے...... مالک! ہر ماں اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے، یہ کیسا حکم ہے؟ کہا: ہم

بتلانا یہ چاہ رہے ہیں کہ جو ہمارا رسول ہوتا ہے اس کی غذا حلال ہوتی ہے اور واضح کر دوں۔ اسے جانا ہے فرعون کے محل میں۔ جہاں بھی جائے غذا پاک ہو۔ یہ نظیر اس لیے بنا رہا ہوں کہ جب محمدؐ کسی گھر میں پلے تو سمجھ لو کہ اس گھر کی غذا پاک ہے۔

واوحینا الیٰ ام موسیٰ ان ارضعیہ

اور ہم نے موسیٰ کی ماں پر وحی کی کہ اسے دودھ پلاؤ۔

فالقیہ فی الیم اور اگر تجھے خوف ہو کہ فرعون کے سپاہی اسے مار ڈالیں گے تو نہ گھبرا...... اسے پانی میں پھینک دے۔

ولا تخا فی ولا تحزنی دیکھ نہ گھبرانا، دیکھ خوف نہ کرنا۔

انارادوہ الیک ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اس بچے کو تیرے پاس پلٹا کے لائیں گے۔

کبھی کبھی میرا جی چاہتا ہے کہ میں اللہ کے کلام سے قریب ہوجاؤں...... تیور دیکھو اللہ کے "**انا رادوہ الیک**۔" ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اس بچے کو تیرے پاس پلٹا کر لائیں گے

وجاعلوہ من المرسلین۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اس بچے کو رسول بنائیں گے۔

اب سورۂ طٰہٰ بیسواں سورۂ قران کا: **ولقد مننا علیک مرۃ اُخریٰ** (آیت ۳۷)

موسیٰؑ جب کوہِ طور پر گئے ہیں اور کہا گیا ہے کہ جاؤ فرعون کے دربار میں تو موسیٰؑ نے مدد مانگی ہے تو کہا: جاؤ ہم نے تمہیں ہارون کو بطور وزیر دیا ہے۔ اور موسیٰ کچھ یاد ہے۔

ولقد مننا علیک مرۃ اخریٰ۔ ہم تم پر پہلے بھی ایک احسان کر چکے ہیں۔

اذ اوحینا الیٰ امک مایوحی۔ (آیت ۳۸)

اور ہم تمہاری ماں پر ایک وحی کر چکے ہیں

ان اقذفیہ فی التابوت فاقذفیہ فی الیم فلیلقیہ الیم بالساحل۔

ہم نے موسیٰؑ کی ماں پر یہ وحی کی تھی کہ موسیٰؑ کو ایک صندوق میں رکھو اور اس صندوق کو پانی کے حوالے کردو۔ پانی اسے لے کر جائے گا (اور کنارے تک پہنچائے گا)۔

یا خذہ عدولی وعدولہ۔ اور پھر اس بچے کو وہ اٹھالے گا جو میرا بھی دشمن ہے

اور اس بچے کا بھی دشمن ہے۔ وہ چاہے تو دشمن کے گھر موسیٰؑ کو پلوا دے، موسیٰؑ کی پرورش کروا دے۔

میں تاریخ انبیاء سے موسیٰؑ کا واقعہ بیان کر رہا ہوں۔ اب فرمایا:

والقیت علیک محبۃ منی۔ میں نے اس دشمن کے دل میں تمہاری محبت ڈال دی۔

ولتصنع علیٰ عینی۔ تاکہ تم پلو دشمن کے گھر میں لیکن میری آنکھوں کے سامنے۔ موسیٰؑ کی پوری زندگی اللہ کی نظروں میں۔ موسیٰؑ کو اپنی محبت کا مرکز بنایا کہ موسیٰؑ سے اللہ کو کام لینا ہے۔

واصطنعتک لنفسی (آیت ۴۱) میں نے تمہیں اپنے لیے بنایا ہے۔ اس لیے میں نے تمہیں پلوایا ہے اپنی نگاہ کے سامنے ہر نبی اللہ کی نگاہ کے سامنے پلتا ہے اسی لیے کسی نبی کا بچپن کا کوئی دوست نہیں ہوتا۔ (اس جملے کی قدر سمجھتے رہنا) ہر نبی کو اللہ پالتا ہے اس لیے اس کا کوئی دوست نہیں ہوتا اللہ اس کا دوست ہوتا ہے۔ تاریخ قران ہے۔

وَتلک حجتنا اتیناھا ابراھیم علیٰ قومہ ط نرفع درجات من نشاءُ ط ان ربک حکیم علیم (سورۂ انعام آیت ۸۴)

پروردگار نے ابراہیمؑ کا نام لیا اور ابراہیمؑ کے بعد ۱۸ نبیوں کے نام لیے۔ سارے نبیوں کے نام گنائے اور کہا:

ومن ابآءِ ھم و ذریاتھم و اخوانھم ج واجتبینٰھم وھدینٰھم الی صراط مستقیم (آیت ۸۸)

ہم نے جب بھی ہدایت کے لیے لیا۔ یا نبیوں کے آباؤ اجداد سے لیا یا نبیوں کی نسلوں سے لیا یا نبیوں کے بھائیوں سے لیا۔ تو ہادی یا سلسلۂ نبوت سے آئے گا یا سلسلۂ نبوت کے بھائیوں میں سے آئے گا یا سلسلہ نبوت کی نسل سے آئے گا۔ بھئی سلسلہ احباب سے کبھی نبی نہیں آیا۔

انہیں نبیوں کے نام لے کر اللہ کہتا ہے:

ولو اشرکوا لحبط عنھم ما کانوا یعملون (آیت ۸۹)۔

اگر انہوں نے شرک کیا تو ان کے سارے اعمال ضائع کردوں گا۔

تو پروردگار! جو نبی تیری نگاہوں کے سامنے پلے بڑھے ہیں ان میں شرک کہاں سے آجائے گا؟ سارے انبیاء کو تو۔ تُو اپنے لیے بناتا ہے، اپنے سامنے ان کی پرورش کرواتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ اگر یہ شرک کریں تو ان کے سارے اعمال ان کے منہ پر ماردوں گا۔

پروردگار! جو بچپنے سے تیری نگرانی میں پل رہا ہے اس میں شرک کی گنجائش کہاں سے آئے گی...... ہے سوال؟...... دیکھو یہ اتنا بڑا مسئلہ ہے کہ پوچھو عالم اسلام سے جا کر کہ یہ کیا ہوگیا؟ وہ جو معصوم ہیں، وہ جو پوری ذمہ داری خدا کی قبول کرتے ہیں ان سے اللہ کہہ رہا ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے سارے اعمال تمہارے منہ پر ماردوں گا۔ یہیں سے اتصال ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ والضحیٰ o واللیل اذا سجیٰ o ماودعک ربک وما قلی o وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ o ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ o الم یجدک یتیماً فاویٰ o

حبیب تو یتیم تھا میں نے تجھے پالا ہے۔ حبیب کبھی تجھے اکیلا نہیں چھوڑا...... تو آدمؑ سے خاتمؐ تک...... تمام نبیوں کا پالنے والا اللہ، اور وہ نبی جو آخری ہے اس کے لیے کہتا ہے:

تو یتیم تھا ہم نے تجھے پالا اور جانتے ہو قرآن میں اس کے لیے کیا ہے؟

لئن اشرکت لیحبطن عملک (سورۂ زمر آیت ۶۵)

حبیب اگر تو نے شرک کیا تو سارے اعمال تیرے مُنہ پر ماردوں گا۔ وہ حبیب جس کی قسمیں تو کھاتا ہے اس سے کہہ رہا ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے سارے عمل تمہارے منہ پر ماردوں گا۔

بھئی ہوا کیا؟...... نبی تو شرک کر ہی نہیں سکتا تھا۔ وہ آدمؑ ہوں یا خاتمؐ ہوں شرک تو کر نہیں سکتے تو یہ کس شرک کا تذکرہ ہے؟

بھئی یہ شرک ''فی اللہ'' نہیں ہے۔ یہ شرک ''فی التبلیغ'' ہے۔ ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے، ہم نے تمہیں پالا ہے۔ ہم نے تمہیں سہولتیں دی ہیں، ہم نے تمہیں علم دیا ہے، ہم نے تمہیں عصمت دی ہے، ہم نے تمہیں ہادی بنا کر بھیجا ہے۔ اب تبلیغ اکیلے کرو۔ میری وحی تمہارے ساتھ ہے اگر کسی کو ساتھ لیا تو یہ شرک ہوگا۔ تو تمہارے سارے اعمال حبط ہوجائیں گے۔

اب وہ موسیٰؑ ہوں، ہارونؑ ہوں یا داوٗدؑ ہوں یا محمدؐ ہوں۔ کسی کو حق نہیں ہے کہ ''اذنِ الٰہی'' کے بغیر کسی کو بھی اپنی تبلیغ میں شریک کریں۔

اِدھر رسولؐ کی تبلیغ کا پہلا دن ہے اور پوچھ رہے ہیں کہ ہے کوئی میری مدد کرنے والا؟ اب میں پوچھوں...... رسول نے اپنی مرضی سے مانگا ہے یا اُس کی مرضی سے مانگا ہے؟

ذوالعشیر ہ کی دعوت میں جہاں بڑے بڑے بزرگ بیٹھے ہیں، بڑے بڑے صنادید قریش بیٹھے ہیں، بڑے بڑے سردار بیٹھے ہیں۔ میرا نبی پوچھ رہا ہے:

ہے کوئی میری مدد کرنے والا تبلیغ اسلام میں؟ کوئی بزرگ نہ اٹھا۔

بچہ اٹھا اور کہا: یا رسولؐ اللہ! میں آپ مدد کروں گا۔

کہنے لگے: یہ علیؑ ہے، یہ میرا بھائی ہے، یہ ابوطالب کا بیٹا ہے۔ اس کی بات سنو اس کی اطاعت کرنا۔ بچے کی بات!؟

یا رسولؐ اللہ اس کی اطاعت تو آپ کے بعد ہوگی نا یہ پہلے ہی سے کیوں اعلان کر رہے ہیں؟

کہا: بھئی قران کہہ چکا ہے کہ جس کی اطاعت کی جائے وہ معصوم ہو۔ اس کی عصمت کا اعلان کر رہا ہوں۔

فرمایا: فاسمعوا له و اطیعوا۔ یہ بچہ جو بڑوں کے مجمع میں کھڑا ہوگیا ہے اور کہہ رہا ہے کہ یا رسول اللہ میں آپ کی مدد کروں گا تو اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

عجیب بچہ ہے بھرے ہوئے بڑوں کے مجمع میں اکیلا رسولؐ کی مدد کا وعدہ کرتا ہے۔

ابھی تین چار دن پہلے یہاں ایک بچے نے کھڑے ہوکر نعرہ لگا دیا تھا۔ تو بزرگوں نے اسے روک دیا کہ بڑوں کی محفل میں بچے کا کام کیا۔ اچھا ہی کیا اسے روک دیا کہ اس کی جرأت کیسے ہوئی کہ بڑوں کی محفل میں بولے تو بڑے نے اسے روک دیا۔

اب وہ کیسا بچہ ہے کہ بڑوں میں کھڑا ہوا بول رہا ہے اور کسی کی ہمت نہیں ہوتی کہ اسے ٹوکے آج پتہ چلا کہ اللہ جسے عصمت دیتا ہے اسے ہیبت بھی عطا کرتا ہے۔

علیؑ نے پوری زندگی اپنے لیے دعا نہیں مانگی اور اگر مانگی تو یہ دعا کہ مالک مجھے ایک ایسا بچہ دے دے جو کربلا میں حسینؑ کے کام آئے۔

کیا شہزادہ عطا ہوا ہے علیؑ کو!

نو محرم کی شام کو شمر رشتہ ملا رہا تھا عباسؑ سے۔ قریبی نہ سہی لیکن عباسؑ کی والدہ اسی قبیلے کی تھیں جس قبیلے کا شمر تھا۔ شمر عباسؑ کے لیے اور عباسؑ کے بھائیوں کے لیے امان کا پروانہ لکھوا کے لایا تھا۔ اس نے خیمہ حسینی کے پاس آ کر عباسؑ کو آواز دی۔ عباس نے جواب نہ دیا دوسری آواز دی عباسؑ خاموش رہے۔

تیسری آواز پر حسینؑ نے کہا: بھائی مل آؤ۔ سن تو لو۔

حکم اِمامؑ پر اٹھے شمر کے پاس آئے کہا: کیا ہے؟......

کہا! میں تمہارے لیے اور تمہارے بھائیوں کے لیے امان نامہ لایا ہوں۔

عباسؑ کا جملہ مقتل کی کتابوں میں آج تک موجود ہے۔ کہنے لگے: **تبت یداک** تیرے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں۔ میرے لیے امان ہے اور رسولؐ کے بیٹے کے لیے امان نہیں ہے؟

تم نے غور کیا کہ عباسؑ نے کیا کہا۔ **تبت یداک**۔ شمر تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں۔ یہ وہی جملہ ہے قرآن کا جو رسول کے چچا کے لیے آیا تھا **تبت یدا ابی لھب و تب**..... اللہ نے رسول کی رشتہ داری چچا سے کاٹی۔ عباسؑ نے اپنی رشتہ داری شمر سے کاٹی۔

بڑا بہادر ہے...... حسنؑ ابن علیؑ کی جب شام کی فوج سے جنگ ہوئی ہے تو بہت بڑی فوج تھی۔ حسنؑ کے پاس لوگ کم تھے۔ کسی نے حسنؑ کا گھوڑا چھین لیا۔ کہیں بندھا

ہوا تھا۔ اس گھوڑے کو کھول کر لے گئے۔ اس گھوڑے کا نام تھا۔ طاویہ۔ آلِ محمدؐ ایسی باتوں پر توجہ نہیں دیتے۔

عاشور کے دن ایک شخص نے عباسؑ کو مخاطب کیا اور کہا: یہ گھوڑا پہچانتے ہو؟ یہ وہی گھوڑا ہے جسے حسنؑ سے چھینا گیا تھا۔ عباسؑ کہنے لگے: ہاں پہچانتا ہوں۔ یہ کہہ کر نیزہ کا وار کیا وہ شخص گرا۔ گھوڑے کی لگام تھامی واپس لائے اور کہا ہم اپنی چیز کو ایسے واپس لے لیتے ہیں۔ پہچان لیا عباسؑ کو؟

آئے: مولا مجھے جنگ کی اجازت ہے؟

کہا: عباسؑ تم مجھے اکیلا چھوڑنا چاہتے ہو؟

کہا: نہیں مولا آپ کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتا بلکہ آپ کے بعد اکیلا جینا نہیں چاہتا۔

حسینؑ نے کہا: ابھی نہ جاؤ عباس۔

عباسؑ نے کہا: مولا کب تک روکیے گا؟

ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ خیمے میں سے آواز آئی: پھوپھی اماں میں بہت پیاسی ہوں۔

حسینؑ نے کہا: عباسؑ جنگ بعد میں دیکھی جائے گی ذرا بھتیجی کے لیے پانی تو لاؤ۔

سکینہؑ سے مشکیزہ لیا: بیٹی میں تیرے لیے پانی لانے جا رہا ہوں۔

بچی مڑی اور بچوں سے کہنے لگی: بچو! اب مت گھبرؤ۔ میرا چچا جا رہا ہے۔ اب نہ تڑپو پانی کے لیے میرا چچا پانی لینے جا رہا ہے۔

عباسؑ گھوڑے پر بیٹھے گھوڑے کی رکابوں میں پاؤں ڈالے۔ داہنے کندھے پر علم رکھا مشکیزہ ساتھ لیا، ہاتھ میں ایک نیزہ ہے۔ گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے میدان میں آئے اور کہا: اب اگر روک سکتے ہو تو روک لو۔ بوتراب کا بیٹا فرات پر جا رہا ہے۔

فوجیں بھاگ گئیں۔ مشکیزہ کو بھرا۔ واپس ہوئے۔ لیکن سکینہؑ جس نے بڑی اُمید سے اپنے چچا کو بھیجا تھا اس کی نہ پیاس ختم ہوئی نہ انتظار۔

الا ولعنة اللّٰه علیٰ قوم الظالمین

مجلس نہم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝۱۵ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ۝۱۶

عزیزانِ محترم! ''میراثِ عقل اور وحی الٰہی'' کے عنوان سے ہمارا سلسلۂ گفتگو اپنے نویں اور آخری مرحلے میں داخل ہوا۔ اتنی ساری تقریروں کی تلخیص یہ ہے کہ پروردگار نے اپنے منصوبۂ ہدایت کو آگے بڑھانے کے لیے ایک نظام ترتیب دیا اور اس نظام کا نام تھا ''نظامِ رسالت'' اور اس نظام کے ذریعے اُس کے پیغامات انسانیت تک آتے رہے۔ مسلسل رسول بھیجے اور ان رسولوں کے ذریعے مسلسل اپنا پیغام انسانیت تک پہنچایا۔ ہر رسول کا جو دور ہے وہ دو فریضوں پر مشتمل ہے۔ رسول پہلے ''تنزیل'' منوائے پھر ''تفہیم'' کروائے۔

رسول کا کام یہ ہے کہ جو چیز وحی کے عنوان سے نازل ہو رہی ہے پہلے اسے منوائے کہ اسے مانو یہ اللہ کا کلام ہے اور جب لوگ مان کر مسلمان ہو جائیں تو پھر اسرار

سمجھائے، رموز سمجھائے، گہرائیوں تک لے جائے، دین اور شریعت کی حکمتوں کو سمجھائے......یہی سبب ہے کہ پروردگار نے سورۂ حدید میں آواز دی۔

لقد ارسلنا رُسُلَنَا بالبینٰت و انزلنا معھم الکتاب و المیزان۔

ہم نے رسولوں کو معجزات دے کر بھیجا اور ہر ایک کے ساتھ کتاب اُتاری اور ہر ایک کے ساتھ وحی اُتاری۔ یہ پچیسویں آیت ہے اور اس کے بعد فوراً چھبیسویں آیت میں ارشاد فرمایا:

ولقد ارسلنا نوحاً و ابراھیم وجعلنا فی ذریتھما النبوۃ و الکتاب۔

ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو رسول بنایا اور ہم نے ان کی نسل میں نبوت بھی رکھی، کتاب بھی رکھی۔

فمنھم مھتد و کثیر منھم فٰسقون۔

جب ذریت نوحؑ اور ذریتِ ابراہیمؑ میں پیغام پہنچایا تو کچھ وہ تھے جو ہدایت میں آگئے اور اکثریت تھی جو گمراہ ہوگئی۔ تو ہر نبی کے ردِعمل میں کچھ ہدایت پاتے ہیں اکثریت گمراہ ہو جاتی ہے۔ دیکھو تاریخ ہدایت، تاریخ وحی الٰہی۔

یہ منزل تھی سورۂ حدید کی اور اب سورۂ نحل میں آواز دی:

ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولاً ان اعبدوا اللّٰہ واجتنبوا الطاغوت ج فمنھم من ھدیٰ اللّٰہ و منھم من حقت علیہ الضلٰلۃ ط (آیت ۳۶)

کوئی قوم کوئی زمانہ ہم نے نہیں چھوڑا جب ہم نے رسول نہ بھیجے ہوں۔ اب پھر دو ردِعمل ہوئے۔ کچھ نے ہدایت پائی، کچھ گمراہ ہوگئے۔

ایک مرتبہ سورۂ بقرہ میں آواز دی:

و اذ اتینا موسیٰ الکتاب و الفرقان لعلکم تھتدون (آیت ۵۳)

ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی، توریت دی، فرقان دیا تاکہ موسیٰؑ اپنی قوم کو ہدایت کی طرف لے جائے۔

مسلسل گفتگو ہے ہدایت پر اور اب مقامِ ختم نبوت پر جب وحی الٰہی آئی تو قران نے آغاز کیا:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔

آلم o ذلک الکتاب لاریب ج فیہ ھدی للمتقین o

یہ کتاب ہدایت ہے متقین کے لیے اور پھر اسی سورہ (آیت ۱۸۵) میں آگے بڑھ کر کہا:

شھر رمضان الذی انزل فیہ القران ھدیٰ للناس و بینات من الھدیٰ و الفرقان ہم نے جو کتاب اتاری ہے پوری انسانیت کے لیے ہدایت ہے۔

اور پھر سورۂ نحل میں آواز دی: **وما انزلنا علیک الکتاب الالتبین لھم الذیٰ اختلفوا فیہ و ھدیً و رحمۃ لقوم یومنون** (آیت ۶۴)۔

ہم نے حبیب یہ کتاب اس لیے نازل کی کہ تو اسے بیان کرے۔ یہ کتاب ہدایت ہے، رحمت ہے، ان کے لیے جو اسے مانیں۔ پھر اسی سورے میں آگے بڑھ کر کہا: **ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شیءٍ وّ ھدیٰ و رحمۃ و بشریٰ للمسلمین** (آیت ۸۹) یہ کتاب جو ہم نے اتاری ہے یہ ہماری آخری وحی ہے جسے ہم قران کا نام دے رہے ہیں۔ یہ ہدایت ہے، بشارت ہے مسلمانوں کے لیے۔

تو ایک طرف اللہ نے وحی نازل کی اور وحی کا تعارف کراتا چلا۔

یہ ھدیٰ للمتقین ہے، یہ ھدیٰ للناس ہے، یہ ھدی للمسلمین ہے۔

کائنات کی ہدایت کے لیے یہ کتاب آئی ہے۔ کتابِ ہدایت کو پکڑلو۔

ایک طرف قران نے کتابِ ہدایت کو بیان کیا اور کہا۔ یوں مسلسل ہدایتیں آتی رہیں۔ یہاں تک کہ آخری وحی آ گئی اور جب آخری وحی آ گئی تو بار بار قران نے اس آخری وحی کا تعارف کرایا۔ دیکھو ایک ہے رسول وحی لانے والا اور ایک ہے وحی قران مجید۔ اس معاشرہ میں دونوں پر حملہ ہوا۔ رسول کے لیے کہا: یہ ساحر ہے، جادوگر ہے، یہ

مجنون ہے، دیوانہ ہے، یہ شاعر ہے۔خیالی باتیں کرتا ہے۔

دو محاذ ہیں ایک رسول کا محاذ ایک وحی الٰہی کا محاذ۔

رسول کے محاذ کو کہا: مجنون ہے، یہ جادوگر ہے، یہ شاعر ہے اور وحی الٰہی کے بارے میں کہنے لگے: (معاذ اللہ! میں مورخین کے قول کو نقل کر رہا ہوں) قران مجید میں یہ جھوٹے قصے ہیں، یہ اساطیر الاولین ہیں، یہ پرانی کہانیاں ہیں۔ یہ پچھلوں کی باتیں ہیں، اس میں کچھ نہیں ہے، یہ سارا کا سارا جھوٹ کا پلندہ ہے۔تو عجیب بات یہ کہ اکیلا محمدؐ وحی الٰہی کو سنبھالے ہوئے اور مقابلہ میں پورا معاشرہ۔تو مالک! کوئی مددگار تو بنا دے۔ (میں کس مرحلے پہ تمہیں لے آیا)۔

تنزیل میں محمدؐ اکیلا ہے۔ نازل ہو رہا ہے قران اور اکیلا محمدؐ پورے معاشرے سے اس قران کو منوانا چاہتا ہے۔تو ایک مرحلہ ہے تنزیل میں منوانا، دوسرا مرحلہ ہے تاویل میں منوانا...... مالک ہوگا کیا؟......

کہا: اس کی ذمہ داری ہماری ہے تم فکر کیوں کرتے ہو؟

کل جو آیتیں میں نے پڑھیں ان کے سلسلے کی آخری آیت پڑھ رہا ہوں **اولئک الذین ء اتینٰھم الکتاب والحکم والنبوۃ فان یکفر بھا ھولآءِ فقدو کلنا بھا قوماً لیسوا بھا بکٰفرین** (سورۂ انعام آیت ۸۹)

ہم جنہیں رسالت دیتے ہیں، ہم جنہیں وحی دیتے ہیں اگر ساری دنیا بھی ان کا انکار کر دے تو ہمیں پرواہ نہیں ہوتی۔ہم نے ان کی حفاظت کے لیے ایسے لوگ معین کیے ہیں جو کبھی کافر نہیں تھے۔''وکلنا'' ہم نے معین کیے ہیں حفاظتِ رسالت کے لیے اور حفاظتِ وحی کے لیے......تو اب تاریخ میں کوئی محمدؐ کی حفاظت کرتا ہوا نظر آئے تو وہ اللہ کا معین کردہ ہے۔

سیرت حلبیہ، برہان الدین شافعی رحمتہ اللہ کی مستند ترین سیرت ہے۔ انہوں نے لکھا کہ ایک دن مشرکوں کا ایک وفد ابوطالبؑ کے پاس آیا اور ساتھ میں ایک بڑا

خوبصورت نوجوان لے کر آئے۔ صورت میں شکل میں، اخلاق میں، کردار میں سجا ہوا نظر آ رہا تھا اور کہنے لگے: ابوطالب تم اسے بیٹا بنا کر پال لو اور محمدؐ کو ہمارے حوالے کر دو۔

ابوطالب کہنے لگے: بات کیا ہے محمدؐ نے کیا کیا ہے؟

کہنے لگے: اس پر دو الزام ہیں: یہ ہمارے بزرگوں کو احمق کہتا ہے اور یہ ہمارے بتوں کو برا کہتا ہے۔

رسول اس مجمع میں موجود ہیں انہوں نے کسی ردِعمل کا اظہار نہیں کیا۔ جب مشرکین نے مطالبہ پیش کر دیا تو ابوطالبؑ نے بھتیجے کو دیکھا۔ خدا معلوم آنکھوں آنکھوں میں کیا باتیں ہوئیں۔ ابوطالب مڑے مشرکین کی طرف اور کہا: عجیب مطالبہ ہے کہ میں اپنے بیٹے کو قتل کروا دوں اور تمہارے بیٹے کو اپنے گھر میں پالوں اور اب مخاطب ہوئے بھتیجے سے: یا محمد اذهب وقل ماشی فانی لا اکلمک ابداً۔

محمدؐ جاؤ اور تمہارے دل میں جو کچھ بھی ہے وہ کہو۔

قل ماشی۔ جب میں ابوطالبؑ کا یہ جملہ پڑھتا ہوں مجھے قران کی وہ آیتیں یاد آنے لگتی ہیں۔

قل هو اللّٰه احد o قل یا ایهاالکافرون o قل اعوذ برب الناس o قل اعوذ برب الفلق o ...... اُسی لہجے میں بات کی نا!......

یا محمدؐ اذهب۔ محمد جاؤ...... وقل ماشی اور جو تمہارے دل میں ہے وہ کہو......

ابوطالبؑ نے اجازت دے دی کہ جو کہتے ہو وہ کہتے رہنا۔ پیغمبرؐ پر دو الزام ہیں کہ بزرگوں کو احمق کہتا ہے اور بتوں کو برا کہتا ہے۔ محمدؐ کہو...... یعنی بزرگوں کو احمق کہو، بتوں کو برا کہو۔ تو مشرکین کو ابوطالبؑ سے دشمنی ہونی چاہیے تھی یہ مسلمان کیوں دشمن ہو گئے؟!!

ابوطالبؑ کا جملہ سنو: جاؤ بھتیجے جاؤ تبلیغ کرو اگر کسی نے تمہاری طرف ہاتھ بڑھایا تو میں اس ہاتھ کو توڑ دوں گا...... اللہ نے کیا کہا تھا۔ تبت یدا ابی لهب و تب

یہ اللہ کے لہجے میں کون بول رہا ہے؟

میں نے تو اس موضوع پر بات کرنی چھوڑ دی ہے مگر بیچ میں ایک جملہ آ گیا ہے تو اسے سنتے جاؤ۔ Secular معاشرہ کے معنی جانتے ہو۔ غیر دینی معاشرہ، دین کا مخالف معاشرہ نہیں۔ Secular یعنی غیر دینی...... غیر دینی معاشرہ میں کسی کو فکر نہیں ہوتی کہ کسی کا مذہب کیا ہے۔ یہ تو مذہبی معاشروں کا رواج ہے کہ دیکھتے ہیں کس کا مسلک کیا ہے، کس کا عقیدہ کیا ہے، کس کا مذہب کیا ہے، کون کیا کہتا ہے...... ایسا Secular معاشروں میں نہیں ہوتا۔ مگر سیکولر معاشرہ میں بھی مذہب پہچاننے کے لیے دو وقت ایسے ہیں کہ مذہب چھپ نہیں سکتا۔ جب اس کی شادی ہو رہی ہو تو دیکھو نکاح کس سے پڑھوایا اور جب جنازہ اٹھ رہا ہو تو دیکھو کہ کندھا کس نے دیا۔

اب پوری سیرت دیکھو یا نہ دیکھو لیکن ان دونوں سوالوں کے جواب سیرتِ رسول سے ضرور پوچھنا کہ محمدؐ کا نکاح کس نے پڑھایا؟ محمدؐ کو کندھا کس نے دیا؟ باپ نے نکاح پڑھایا، بیٹے نے کندھا دیا۔

حوالے کے بغیر بات نہیں ہوگی۔ جب ابوطالبؑ کے انتقال کا وقت آیا ہے۔ شیخ سلیمان حنفی قندوزی شافعی رحمتہ اللہ علیہ۔ شافعی العقیدہ ہیں اور حنفی الشریعت ہیں۔ بڑی بزرگ شخصیت ہیں ان کی کتاب ہے ینابیع المودۃ۔ دوسری کتاب مودۃ القربیٰ۔ سید علی ہمدانی کی کتاب جن کا مزار کشمیر میں ہے۔ ان دونوں کتابوں میں لکھا ہے کہ جب ابوطالبؑ کے انتقال کا وقت آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ مجھے میرے باپ کی قبر میں دفن کرنا۔ پہلو میں نہیں قبر میں!

کون ہیں ابوطالبؑ کے باپ؟ عبدالمطلبؑ اور عبدالمطلبؑ کو دفن کس نے کیا تھا؟ ابوطالبؑ نے...... یہ تاریخ کے واقعات ذہن میں محفوظ رہیں تمہیں بعد میں کام آئیں گے۔

ابوطالبؑ کے باپ کا نام ہے عبدالمطلبؑ اور عبدالمطلبؑ کا جب انتقال ہوا تو

کفن دیا ابوطالبؑ نے، قبر کھودی ابوطالبؑ نے، دفن کیا ابوطالبؑ نے اور اب وصیت کر رہے ہیں کہ مجھے میرے باپ کی قبر میں دفن کرنا (پہلو میں نہیں)......

وصیت کی اور انتقال فرما گئے۔ علیؑ نے غسل دیا اور محمدؐ نے کفن پہنایا اور دونوں نے مل کر جنازہ اٹھایا...... عقیدہ یا شادی کے وقت پتہ چلتا ہے یا جنازہ کے اٹھنے کے وقت پتہ چلتا ہے۔

یہ وہ تاریخ ہے جسے چھپایا گیا ہے۔ دونوں جنازہ لے کر چلے ہیں۔ اس مقام پہ آئے جہاں عبدالمطلبؑ کی قبر تھی۔ قبر کا پتھر ہٹایا گیا۔ صحیح و سالم جسم موجود تھا...... جان رہا تھا کہ باپ کا جسم صحیح و سالم موجود ہوگا۔ جب ہی تو وصیت کی تھی نا!

یہ واقعہ تمہیں میں نے اس لیے سنایا کہ تمہاری جنرل نالج میں اضافہ ہو جائے۔ سارے مجمع نے جو ساتھ گیا دیکھا کہ عبدالمطلبؑ کا رُخ کعبے کی طرف ہے۔ آج مسلمان ساری دنیا میں اپنے مردوں کو قبلے کے رُخ کی طرف دفن کرتے ہیں۔ کیوں اس لیے کہ حکم شریعت آ گیا تھا اور ابوطالبؑ نے عبدالمطلبؑ کو دفن کیا حکم شریعت آنے سے برسوں پہلے تو جو کام تم نزولِ آیت کے بعد کرتے ہو وہی کام ابوطالبؑ نزولِ آیت سے قبل کرتا ہے۔

تو تنزیل کا محافظ دنیا سے چلا گیا۔ یا رسولؐ اللہ! تنزیل کی حفاظت تو ہوگئی۔ تاویل کی حفاظت کیسے ہوگی؟ تنزیل کا مددکرنے والا گیا اب تاویل کے لیے کیا ہوگا؟

کہا: اس وقت تک مکہ سے ہجرت نہیں کروں گا جب تک اپنے بستر پر مددگار کو نہ سلادوں۔

یہاں جملہ سنتے جاؤ...... ساری دنیا کے مسلمانوں کو بلاتفریق فرقہ مخاطب کر رہا ہوں۔ رسول کی دو زندگیاں ہیں۔ مکی اور مدنی اور مشرک مکہ میں اتنا دلیر تھا کہ قتل پر آمادہ ہوگیا تھا۔ پھر جب رسول مدینہ آ گئے تو بدر کی جنگ پھر احد کی جنگ، خیبر کی جنگ، خندق کی جنگ، تبوک کا واقعہ، حنین کا واقعہ...... یہ سارے واقعے وہ تھے جن میں مشرک نے محمدؐ

کو ستایا اور متعدد مرتبہ مکے سے مدینے پر حملہ کرنے کے لیے گیا، تو محمدؐ رسول اللہ نے تو تیرہ برس تمہارے ہی شہر میں گزارے تھے وہاں حملہ کیوں نہ کرلیا؟

پوری قوت سے اس بات کو محسوس کرو۔ بدر مدینہ میں، احد مدینہ میں، خندق مدینہ میں، خیبر مدینہ میں۔ عجیب مرحلہ فکر ہے میں یہ پوچھنا چاہ رہا ہوں کہ یہ مکہ کے مشرکین چار سو کلومیٹر چل کر جاتے ہیں رسولؐ سے جنگ کرنے کے لیےتو جب رسول مکہ میں تھا تو اسی وقت جنگ کیوں نہ کرلی؟ بھئی اس وقت ابوطالبؑ کی نظر روکے ہوئے تھی۔ تو جو کام مسلمانوں کے پورے لشکر نے کیا وہ کام اکیلے ابوطالبؑ نے انجام دیا۔ یہ تنزیل کا مددگار تھا اور اب محمدؐ کو قران سمجھانا ہے۔ قران کو چھوڑ کر جانا ہےتو کچھ مددگار چاہئیں نا!

تو اگر پچھلی ساری تقریریں میرے سننے والوں کے ذہن میں موجود ہوں تو میں نے کہا کہ رسولؐ اللہ کے ساتھ ہے اور کچھ ہیں جو رسولؐ کے ساتھ ہیں۔ ان میں سے علیؑ قران کے ساتھ ہے قران علیؑ کے ساتھ ہے۔ حق علیؑ کے ساتھ ہے، علیؑ حق کے ساتھ ہے اور اب قران نے آواز دی:

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللّٰہ و کونوا مع الصادقین۔

اے ایمان لانے والو! تقویٰ اختیار کرو اور رہو صادقین کے ساتھ۔

(سورۂ توبہ آیت ۱۱۹)

ساری دنیا کے مومنوں سے اللہ کہہ رہا۔ "اتقوا اللّٰہ" اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ کتنی اہم بات کی "ایمان لاؤ"، اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ مالک! ایمان لے آئے۔ تقویٰ بھی اختیار کرلیا۔ ایمان لاکر مومن بنے، تقویٰ اختیار کرے متقی بن گئے۔ کہا کہ یہ کافی نہیں ہے۔ "**کونوا مع الصادقین**" سچوں کے ساتھ رہو۔

پیغمبر تنزیل مکمل کر گئے اور کہہ رہے ہیں میں تو چلا جاؤں گا اس دنیا سے لیکن یہ آیت چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ **کونوا مع الصادقین**۔ سچوں کے ساتھ رہنا، ہمیشہ رہنا۔

رسولؐ کی یہ روایت حدیث کی کتابوں میں ہے۔ فرمانے لگے۔ کثر علیؑ الکذابا۔

اس عہد میں جھوٹے بہت ہوگئے ہیں جو جھوٹی روایتیں گھڑ کے میری طرف منسوب کرتے ہیں...... ہم تو سمجھے تھے کہ اس عہد میں سارے سچے ہیں۔ میرا نبی کہہ رہا ہے کہ جھوٹے بہت ہوگئے ہیں تو اب ضرورت تھی کہ سنت ان کندھوں پہ جائے جو سچے ہوں۔

تو یا رسول اللہ! آپ کے بعد سچے ہیں کون؟......

تو کہا: انتظار کرو۔ جب جھوٹوں پر لعنت کرنے نکلوں گا تو سچوں کو ساتھ لے کر نکلوں گا۔

سنتِ رسول کو قیامت تک جانے کے لیے سچی زبانوں کی ضرورت ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہا: حدیثی حدیث الابی، حدیث الابی حدیث الجدی، حدیث الجدی حدیث الحسین، حدیث الحسین حدیث الحسن، حدیث الحسن حدیث علی، حدیث علی حدیث الرسول اللّٰہ، حدیث رسول عن جبریل عن اللوح، عن القلم عن اللّٰہ۔

دیکھو کیا دعویٰ کیا ہے؟ جعفر صادقؑ نے: کہ میں جو حدیث بیان کروں وہ میرے باپ کی حدیث ہے۔ میرے باپ کی حدیث میرے دادا کی حدیث ہے، میرے دادا کی حدیث حسینؑ کی حدیث ہے۔ حسینؑ کی حدیث حسنؑ کی حدیث ہے، حسنؑ کی حدیث علیؑ کی حدیث ہے، علیؑ کی حدیث محمد رسول اللہؐ کی حدیث ہے: رسول اللہؐ نے جبریلؑ سے سنا، جبریلؑ نے لوح پر دیکھا، لوح پر قلم نے لکھا اور قلم کو اللہ نے حکم دیا......

بھئی! یہ اتنا لمبا سلسلہ بتانے کی ضرورت کیا تھی؟...... یہی بتانا تھا کہ جہاں سے وحی آتی ہے یہ حدیثیں بھی وہیں سے آئی ہیں۔

یہی تمہارے آٹھویں امامؑ نے دیا: مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا ان سے ان کے باپ نے بیان کیا ان سے ان کے باپ نے بیان کیا پورا سلسلہ سنایا ہے پھر ان سے حسنؑ نے بیان کیا۔ ان سے علیؑ نے بیان کیا علیؑ سے رسولؐ نے بیان کیا۔ رسول سے جبریلؑ نے بیان کیا۔ جبریلؑ نے لوح پر دیکھا، قلم نے لوح پر لکھا تھا، قلم کو اللہ نے حکم دیا

تھا۔ پورا سلسلہ بیان کیا ہے۔

امام احمد ابن حنبل کا نام جانتے ہو؟ ایک مکتبہ فقہ کے بانی ہیں اور عالمِ اسلام کی چار بڑی شخصیتوں میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے اس حدیث کو لکھنے کے بعد کہا کہ یہ جو نام آرہے ہیں۔علیؑ ،حسنؑ ،حسینؑ ، زین العابدینؑ ،محمد باقرؑ ،جعفرؑ صادقؑ ،موسیٰ کاظمؑ ،علی رضاؑ ۔ یہ اتنے پاکیزہ نام ہیں کہ اگر دیوانہ پر پڑھ کر پھونک دیئے جائیں تو عقلمند ہو جائے۔

کون ہیں یہ؟...... ان کی ذات کی بات نہیں ہو رہی ہے۔ ان کے نام کی بات ہو رہی ہے کہ ان کا نام اگر پاگل پر پڑھ کر پھونک دو تو پاگل عقل مند ہو جائے۔ تو جب نام عقلمند بناتے ہیں تو ذاتوں میں ایک لمحے کے لیے بھی ہذیان کا تصور نہیں آ سکتا۔ جس کا نام پاگل کو عقلمند بنا دے اس کی ذات میں کسی ہذیان اور کسی خفقان کا اثر ممکن نہیں ہے۔

تو تم حضرتِ احمد ابن حنبل کا یہ جملہ محفوظ رکھو گے کہ یہ وہ نام ہیں بارہ اماموں کے کہ اگر دیوانے پر پھونک دیئے جائیں تو دیوانے کو شفا ہو جاتی ہے...... آپ صدیوں سے یہ نام سُن رہے ہیں آپ کو اب تک شفا نہیں ہوئی؟...... تو صرف سننا کافی نہیں ہے محبت سے سننا ضروری ہے۔

میں گفتگو کو تمام کر رہا ہوں آیتوں کو یاد رکھنا...... جو ہدایت پا جائے اس کا فائدہ اس کے نفس کو ہوگا۔ جو گمراہ ہو جائے، اس کا نقصان اس کے نفس کو ہوگا۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کے بوجھ کو نہیں اٹھائے گا اور ہم اس وقت تک عذاب نازل نہیں کرتے جب تک اپنا پیغام نہ پہنچا دیں اور جب ہم عذاب نازل کرنے کا ارادہ کر لیں تو ہم نیکی کا حکم دیتے ہیں لوگ نافرمانی کرتے ہیں۔ پھر ہمارا قول پورا ہو جاتا ہے اور ہم اس بستی کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔

آج (پوری امتِ اسلامیہ سے مخاطب ہے) تم میں ہر وہ عیب ہے جو عذاب کو Invite کرتا ہے۔ عجیب بات ہے تمہارے ملک میں لوگ ناحق قتل ہو جاتے ہیں تم خاموش رہتے ہو۔ تمہارے معاشرے میں ڈاکے مارے جاتے ہیں تم خاموش رہتے ہو۔

تمہارے معاشرے میں بچے اغوا کر کے بیچ دیئے جاتے ہیں تم خاموش رہتے ہو۔تو کیا اس وقت بولو گے جب آسمان سے آگ برسنے لگے گی۔

مجلسوں میں شریک ہونے والی قوم، مجلسوں کی خوبیوں سے آشنا کیوں نہیں ہے؟

...... مجھے نہیں معلوم۔

کامل امام کی پیروی کرنے والی قوم ادھوری کیوں ہے؟

مجھے نہیں معلوم۔

باب مدینۃ العلم کے دروازے پر پیشانی ٹکانے والی قوم جاہل کیوں ہے؟

مجھے نہیں معلوم۔

رکھیو غالبؔ مجھے اس تلخ نوائی سے معاف۔

جرأتوں کی داستانیں سننے والی قوم جری کیوں نہیں ہے؟

مجھے نہیں معلوم......

علیؑ کی سخاوتوں کے تذکرے کرنے والی قوم بخیل کیوں ہے؟......

مجھے نہیں معلوم......

لیکن قوم کو اتنا ضرور کہوں گا کہ اب بھی سُدھر جاؤ...... اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔

تم سے بہتر کوئی قوم دنیا میں نہیں ہے۔تمہارا ماضی وحی الٰہی ہے۔

تمہارا مستقبل ظہورِ مہدیؑ ہے۔تم دو عصمتوں کے درمیان جا رہے ہو۔

کربلا ایک تنبیہ تھی اپنے زمانے کے ظالموں کے لیے......نہیں۔

کربلا تنبیہ ہے ہر زمانے کے ظالم کے لیے۔

تم مجھے کھانا نہ دو۔کھانا میرا بنیادی حق نہیں ہے۔میں کسب معاش کروں گا کھانا کھاؤں گا لیکن اگر میں تمہارے دروازے سے گزر رہا ہوں اور پیاسا ہوں تو میرا بنیادی حق ہے کہ میں پانی پیئوں۔

ساتویں محرم کو پانی نہیں تھا۔ساتویں کی صبح کو پانی بند ہوا ہے۔آرڈر ہوا تھا چھٹی

کی شام کو۔ تم سنتے ہو نا! تین دن کی بھوک پیاس...... سات، آٹھ، نو، دس۔ چار دن کی بھوک پیاس۔

سکینہؑ عاشور کے دن چار دن کی پیاسی تھی۔ اصغرؑ عاشور کے دن چار دن کا پیاسا تھا۔ شہزادے تک بات آ گئی تو دو جملے سنو اور مجھے اجازت دے دو۔

اذان اسلامی تہذیب کا سب سے بڑا شعار اور سب سے بڑا نعرہ ہے۔ اذان اسلامی تہذیب کی فتح کا اعلان ہے جب سیّد سجادؑ اسیر ہوکر یزید کے پاس گئے ہیں۔ تو یزید نے بہت طنزیہ انداز میں سیّد سجادؑ سے کہا: فرزندِ رسولؐ یہ تو بتلائیں اس جنگ میں جیتا کون، ہارا کون؟......

کہنے لگے: جب اذان کا وقت آئے اور مؤذن میرے جد کی رسالت کی گواہی دے۔ اس وقت پوچھنا کہ جیتا کون، ہارا کون۔

اصغرؑ کو چار دن کی پیاس ہے۔ سکینہؑ کو چار دن کی پیاس ہے، ان کے حوالے سے مقتل کی یہ روایت نقل کر رہا ہوں بی بی کہتی ہے کہ جب میں پیاس سے بہت پریشان ہوگئی تو عاشور کی ظہر کا وقت تھا۔ میں بہت پریشان تھی تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میرا بھائی بہت چھوٹا ہے تو شاید پھوپھی زینبؑ نے تھوڑا پانی اس کے لیے بچا کر رکھا ہو۔ بچی شہزادی زینبؑ کے خیمے میں داخل ہوئی۔

بی بی نے پوچھا: کہ میرے خیمے میں کون آیا۔

کہا: پھوپھی میں سکینہؑ ہوں۔

یعنی پیاس سے شہزادی کی آنکھوں کا نور چلا گیا تھا۔ بی بی سکینہؑ بیان کرتی ہیں کہ اب جو میں نے نگاہ کی اپنے چھ مہینے کے بھائی پر تو اسے جھولے میں قرار نہ تھا۔ اتنا پیاسا تھا کہ کبھی پریشانی میں کھڑا ہوجاتا تھا۔ کبھی اپنے آپ کو جھولے سے گرا دیتا تھا۔ ایسے میں حسینؑ نے آواز دی۔

هل من ناصرينصرنا هل من مغيث يغيثنا۔

هل من ذاب يذب عن حرم رسول اللّٰه۔

ہے کوئی ہماری مدد کو آنے والا۔ ہے کوئی ہمارے استغاثہ پر لبیک کہنے والا۔ ہے کوئی حرمِ رسولؐ کی حفاظت کرنے والا...... کوئی نہ نکلا۔

اُمِ رباب کے خیمے سے گریہ کی آواز بلند ہوئی۔ پکار کے پوچھا: کیا ہوا......

شہزادی زینبؑ نے کہا: بھیا بچے نے اپنے آپ کو جھولے سے گرا دیا۔

حسینؑ نے عاشور کے دن کربلا کے میدان میں سات مرتبہ **هل من ناصر ينصرنا** کہا ہے۔ جب چھٹی مرتبہ استغاثہ کر رہے تھے تو بچے نے اپنے آپ کو جھولے سے گرا دیا۔ حسینؑ آئے رباب کے خیمے پر۔

یہ میرا محترم مجمع کل موجود تھا تو میں نے آیت پڑھی تھی کہ جب موسیٰؑ پیدا ہوا تو ہم نے موسیٰؑ کی ماں پر وحی کی مت گھبرا ہم تیرے بچے کو بچائیں گے۔ بھئی! موسیٰؑ کی ماں کو تسلی دینے والا ہے۔ لیکن اصغر کی ماں کیا کرے؟

حسینؑ آئے اور کہا: لاؤ بہن اصغر کو میرے حوالے کرو۔

کہا: بھیا جب سے تمہارے استغاثے کی آواز ہوئی ہے بچہ کسی کی گود میں نہیں جاتا تڑپ کے زمین پر گر جاتا ہے۔

کہا: لاؤ۔ شائد میں اس بچے کو پانی پلا کر لاؤں۔

کربلا کے میدان میں دھوپ بڑی کڑی تھی۔ عبا کے دامن کا سایہ کیا۔ اب جو چلے تو فوجِ اشقیاء پکار پکار کے کہہ رہی تھی کہ حسینؑ لڑنے کے انداز میں نہیں آ رہے ہیں، حسینؑ شاید قرآن لا رہے ہیں۔

آئے میدان میں ایک مرتبہ عبا کا دامن ہٹایا کہا: لوگوں! یہ بچہ بھوکا بھی ہے، پیاسا بھی ہے۔ اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ اسے ایک گھونٹ پانی پلا دو۔

جانتے ہو تمہارے مولا نے کیا کہا:...... لوگوں! یہ چھوٹا سا بچہ کتنا پانی پیئے گا؟ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ حسینؑ، اصغر کے بہانے خود پانی پینا چاہتا ہوں تو میں بچے کو لٹا کر ہٹ جاتا

ہوں آکے پانی پلا دو۔ جلتی ریتی پر بچے کو لٹا دیا۔ انتظار کیا۔ پھر بچے کو گود میں لیا۔

کہا: اصغر، ان لشکر والوں کو یقین نہیں ہے کہ تو پیاسا ہے۔ میرے بچے ذرا اپنی پیاس کا اعلان تو کر دے۔

ایک مرتبہ بچے نے سوکھی زبان نکالی، یہ وہ وقت تھا جب یزید کے فوجی منہ پھیر پھیر کر رو رہے تھے۔ فوجِ یزید میں بھگدڑ مچ گئی۔ لوگ چیخیں مار مار کے رو رہے تھے۔ اتنے میں پسرِ سعد نے کہا: حرملہ دیکھتا کیا ہے حسینؑ کی بات کو قطع کر دے۔

حرملہ نے کمان میں تیر جوڑا اور اب میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ تیر آیا اور بچہ امامؑ کے ہاتھوں پر اُلٹ گیا...... ماتم کرو اس لیے کہ جب تم ماتم کرتے ہو تو اس کی چوٹ یزید کے سینے پر پڑتی ہے۔

حسینؑ اصغر کی لاش کو لیے ہوئے چلے۔ بڑی نازک منزل ہے۔ حسینؑ امام بھی ہیں، حسینؑ باپ بھی ہیں۔ باپ روک رہا ہے۔ حسینؑ کو کہ ماں تک لاشے کو کیسے لے جاؤ گے۔ امامت کہہ رہی ہے حسینؑ سے کہ لاشے کو لے کر جاؤ......

سات مرتبہ حسینؑ آگے بڑھے، سات مرتبہ پیچھے ہٹے۔

رضاً بقضائه و تسليماً لامره اناللّٰه واناالیه راجعون۔ ایک مرتبہ حسینؑ نے دل کو مضبوط کیا۔ رباب کے خیمے پہ آئے۔ کہا: رباب میں کون ہوں۔

کہا: آپ امام ہیں آپ میرے شوہر ہیں۔

کہا: رباب اگر میں کچھ کہوں گا تو مانو گی۔

کہا: ہاں مانوں گی۔

ایک مرتبہ عبا کا دامن اُلٹ دیا۔ رباب تیرے بچے کو پانی نہ پلا سکا۔ تیرے بچے کو تیر نے چھید دیا۔

فسيعلون الذين ظلموا ای منقلبٍ ينقلبون

مجلس چہلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ؕ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ وَ اِذَاۤ اَرَدْنَاۤ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْیَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِیْهَا فَفَسَقُوْا فِیْهَا فَحَقَّ عَلَیْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِیْرًا ﴿۱۶﴾

عزیزان محترم! "میراثِ عقل اور وحیِ الٰہی" کے عنوان سے ہم نے عشرۂ اولیٰ میں جس سلسلۂ گفتگو کا آغاز کیا تھا وہ اس تقریر پر اختتام پذیر ہو رہا ہے۔

ان آیات میں پروردگار عالم نے ارشاد فرمایا کہ:

من اهتدیٰ فانما یهتدی لنفسه جو ہدایت پر آ جائے اس کا فائدہ اسی کو پہنچے گا۔

ومن ضل فانما یضل علیها۔ اور جو گمراہ ہو جائے اس کا نقصان اسی کو پہنچے گا۔

ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ اور ہم کھول کھول کر یہ بیان کر رہے ہیں کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا اور ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم کسی قوم پر عذاب نازل نہیں کریں گے جب تک اس قوم میں رسول کو نہ بھیج دیں۔

واذاردنا ان نهلک قریة اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔
امرنا مترفیها تو ہم اس بستی کے سرمایہ داروں کو اطاعت کا حکم دیتے ہیں۔
ففسقوا فیها تو وہ اطاعت کے مقابلے پر سرکشی اختیار کرتے ہیں۔
فحق علیها القول تو ہم اپنا فیصلہ سنا دیتے ہیں۔
فدمرنٰها تدمیرا۔تو ہم اس بستی کو نیست و نابود کر دیتے ہیں۔
تو کوئی زمین پر فسق و فجور کرنے کے بعد مطمئن نہ رہے۔ہم سے بچ نہ پائے گا۔ ہم عذاب اسی وقت کرتے ہیں جب کوئی اطاعت کے مقابلے پر سرکشی اختیار کرے۔یعنی اطاعت کا مطلب بندگی ہے ورنہ اسلام کاٹنے کا مذہب نہیں ہے، اسلام بقائے انسانیت کا مذہب ہے، اسلام بقائے نسل کا مذہب ہے۔
اب میں کیسے اپنے سننے والوں کو سمجھاؤں کہ انسان باقی رہے اس دنیا میں، (یہی) نہیں بلکہ جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہو اس وقت بھی باقی رہے، اس وقت بھی محفوظ رہے اسی لیے اسقاطِ حمل کو گناہِ کبیرہ قرار دیا۔
عجیب مرحلہ فکر ہے اسلام تو حمل کا احترام کرے اور کہہ دے کہ جو بچہ پیٹ میں آ گیا اُسے دنیا میں آنا ہے لیکن اسے کیا کرو گے کہ دنیا کے متمول ملکوں میں اسقاطِ حمل کو قانونی تحفظ حاصل ہے۔اسی لیے کہ ان کی نظروں میں ایک جان کی کوئی قیمت نہیں ہے۔
تو جس کی نگاہ میں اسقاطِ حمل کو قانونی تحفظ حاصل ہوگا اُس کی نگاہ میں انسانی جان کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی۔اب دوسرے بڑے چہروں کو دیکھ لو۔ یہ وہی ہیں جو اسقاطِ حمل کو جائز سمجھتے ہیں۔اب میں کیسے اپنے سننے والوں کی خدمت میں عرض کروں اسلام تو جنگ کو بھی زندگی سمجھتا ہے۔
میرا رسولؐ ہر جنگ میں گیا لیکن کسی نے کسی جنگ میں رسولؐ کے سر پر خود نہیں دیکھا، رسولؐ کے جسم پر زرہ نہیں دیکھی، رسولؐ کے ہاتھ میں تلوار نہیں دیکھی۔نہتا رسولؐ ہر جنگ میں گیا اور جلال کا عالم کیا تھا۔علیؑ کی بہادری جانتے ہو؟......علیؑ کہتے ہیں کہ جب

گھمسان کا رن پڑتا تھا، جب تلواریں تلواروں سے ٹکراتی تھیں، نیزے نیزوں سے ٹکراتے تھے اور جب میں گھبرا جاتا تھا (علیؑ بول رہے ہیں) تو میں اپنے رسولؐ کے سائے میں آ کر پناہ لیتا تھا۔

فتح مکہ کے دن جب دس ہزار تلواروں کے سائے میں میرا نبی مکہ میں داخل ہو رہا تھا تو میرے نبی کے کردار کو دیکھو۔ ملک تو فتح ہوتے رہیں گے۔ شہر تو Fall ہوتے رہیں گے لیکن کائنات کا سب سے بڑا ملک ہے مکہ جب وہ Fall ہوا تو ایک قطرہ خون کا نہیں بہا۔

جب میرا نبیؐ اپنے جاں نثار صحابہ کے ساتھ مکہ میں داخل ہو رہا تھا تو یہ وہی ساتھی تھے نا میرے رسولؐ کے جن کو ستایا گیا تھا، جن کو پریشان کیا گیا تھا، جن پر خوف طاری تھا جب تک وہ مکہ میں رہے اور وہ جانوں کو بچا کر مدینہ ہجرت کر گئے تھے۔ سپاہیوں کے دل میں میرے محمدؐ کے ساتھیوں کے دل میں انتقام کا کتنا جذبہ ہوگا؟ ایک صحابی نے ایک نعرہ بلند کیا: ''الیوم یوم الملحمۃ''۔

یہ آواز میرے نبیؐ کے کانوں تک آئی، گھبرا گئے فرمایا: میرے ساتھی سے یہ کہو کہ آج کا دن انتقام کا دن نہیں ہے۔

الیوم یوم المرحمۃ آج کا دن بخش دینے کا دن ہے۔

سقوطِ مکّہ کا پہلا دن اور خون کا ایک قطرہ نہیں بہا۔ میں یہی تو بتلانا چاہ رہا تھا کہ اسلام میں جنگیں خون بہانے کے لیے نہیں ہیں۔ بھئی جنگ خندق میں عمرو ابن عبدود آیا علیؑ کے مقابلے پر...... علیؑ نے تین مطالبے اس کے سامنے رکھے۔ درمیان میں ایک بات آ گئی ہے۔)

ھو اللّٰہ الخالق الباری المصور لہ الاسماء الحسنیٰ۔ (آیت ۲۴) سورۂ حشر ۵۹ واں سورہ ہے۔ اللہ خالق ہے، باری ہے عدم سے وجود میں لانے والا ہے۔ تو تم غلطی سے اپنے کو انسان نہ سمجھ لینا تم اللہ کی بنائی ہوئی تصویریں ہو۔ ہزاروں تصویریں بنائی ہیں لیکن کیا فرق رکھا ہے کہ چہرہ چہرے سے نہ ملے، چال چال سے نہ ملے، تبسم تبسم سے نہ ملے۔ بات بات سے نہ ملے، اندازِ نظر...... اندازِ نظر سے نہ ملے۔ ایک بالشت

کے چہرے میں کتنے بنا دیئے!!

یہ ۵۹ واں سورہ تھا اور اس کے بعد سورۂ آلِ عمران میں آواز دی۔

هو الذی یصور کم فی الارحام کیف یشاء (آیت ۶)

خدا تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں جیسا چاہتا ہے تمہاری تصویر بناتا ہے اور اب تیسری آیت سورۂ مومن سے:

و صور کم فاحسن صور کم (آیت ۶۴)

تمہاری تصویریں بنائی ہیں اور کیا اچھی تصویریں بنائی ہیں...... کیا کمال کیا ہے ایسی تصویریں بنائی ہیں کہ ایک تصویر دوسری تصویر سے نہ ملے۔

مصور کیمرہ کا محتاج ہے، کینوس کا محتاج ہے، جگہ کا محتاج ہے، روشنی کا محتاج ہے۔ وہ مصور ایسا ہے کینوس پر نہیں بناتا رحم میں بناتا ہے، اجالے میں نہیں بناتا، تاریکیوں میں بناتا ہے۔ دیکھو تصویر کے لیے مسئلہ ہے کہ آگ سے بچانا ورنہ تصویر جل جائے گی، پانی سے بچانا ورنہ تصویر مٹ جائے گی، ہوا سے بچانا ورنہ تصویر کے رنگ ختم ہوجائیں گے، مٹی سے بچانا ورنہ تصویر گرد آلودہ ہوجائے گی اس لیے کہ تصویر کے چار ہی دشمن ہیں، آگ، ہوا، پانی، مٹی۔

لیکن یہ مصور ایسا ہے کہ ان چاروں کو ملا کر یہ تصویریں بنا رہا ہے، تو تصویریں بنائیں۔ اتنے ہزار افراد تشریف فرما ہیں ناپ کر دیکھ لو ایک بالشت کا چہرہ ہے لمبائی میں چوڑائی میں، اس ایک بالشت میں کتنی مختلف شکلیں نظر آتی ہیں۔ آنکھیں آنکھوں سے نہیں ملتیں، ابرو ابرو سے نہیں ملتے۔ پیشانی پیشانی سے نہیں ملتی، رخسار رخسار سے نہیں ملتے۔

دیکھو مجھے تصویر بنانی نہیں آتی لیکن اگر تم مجھے کاغذ پنسل دیدو تو میں دو آنکھیں ایک ناک، دو کان ایک منہ بنا کر ایک شکل تو بنا دوں گا لیکن اس کے بعد جب میں دوبارہ بناؤں گا تو وہ ایسی نہیں ہوگی مختلف ہوگی۔ کیوں کہ میں اناڑی ہوں۔ تو یہ اناڑی کا کام ہے کہ ایک جیسی نہ بنا سکے تو پروردگار! تو نے یہ کیا کیا کہ ہر ایک کو مختلف بنایا؟...... کہا:

میں قادرِ مطلق ہوں کھربوں بناؤں گا ایک دوسرے سے نہیں ملے گا۔ لیکن بارہ ایسے بناؤں گا جو ایک جیسے ہوں گے۔

بارہ ایسے بناؤں گا، ایک چال، ایک ڈھال، ایک کردار، ایک گفتگو...... ایک انداز، ایک سیرت۔ شاید تم یقین نہ کرو۔ جابرؓ بن عبداللہ انصاری، رسولؐ کے ایک معمر صحابی ہیں۔ پانچویں امام کے زمانے میں ہیں۔ انہوں نے محمد باقرؑ کو جاتے ہوئے دیکھا کہنے لگے: ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ میرا رسولؐ جا رہا ہے۔

(تو اللہ نے کہا:) ایسا بناؤں گا کہ بارہ میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔ محمد باقرؑ جا رہے ہوں گے تو جابرؓ کہیں گے کہ رسولؐ جا رہے ہیں۔ اگر پہلا سو رہا ہوگا تو مشرک کہیں گے کہ محمدؐ سو رہے ہیں۔ اب میں پھر واپس جاؤں گا اپنی پہلی گفتگو پر۔

رسول نے جنگیں کیں۔ زندگی لینے کے لیے نہیں۔ زندگی دینے کے لیے اور غزوہ خندق۔ جب عمر ابن عبدود سامنے آیا ہے تو علیؑ نے تین مطالبے کیے۔ میں جنگِ خندق بیان نہیں کر رہا ہوں میں تو علیؑ کا نظریہ تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ تین مطالبے۔

پہلا یہ کہ: اسلام لا، کلمہ پڑھ۔

کہا: نہیں میں اسلام نہیں لاؤں گا، کلمہ نہیں پڑھوں گا۔

دوسرا مطالبہ کیا: اچھا اسلام نہیں لاتا، تو واپس چلا جا۔

کہا: نہیں میں اگر واپس چلا جاؤں گا تو عرب کی عورتیں مجھ پر ہنسیں گی۔

(مشرک تھا لیکن غیرت دار تھا۔)

تیسرا مطالبہ معلوم ہے کیا تھا؟ اچھا پہلا وار تو مجھ پر کر۔

علیؑ جان لینے کے لیے آئے تھے یا جان دینے کے لیے؟ اس لیے کہ تین ہی مطالبے تھے۔ اسلام لا، زندہ رہ۔ واپس چلا جا زندہ رہ۔ پہلا وار تو کر، مجھے مار دے زندہ رہ۔ تو اسلام کی جنگیں زندگی دینے کے لیے ہیں زندگی لینے کے لیے نہیں۔ لیکن اس بات کو کیا کرو گے کہ تمہارا نظام جھگڑے کا نظام ہے، فساد کا نظام ہے، ایک دوسرے کے

گریبان پر ہاتھ ڈال دینے کا نظام ہے۔سورۂ لقمان میں آواز دی:

من یجادل فی اللّٰہ بغیر علم ولاھدی ولا کتاب منیر (آیت ۲۰)

یہ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں ان کے پاس تو علم ہے ہی نہیں۔

آدمی لڑتا ہے جہالت کی بنیاد پر میرے اللہ سے۔من یجادل فی اللّٰہ بغیر علم ولا ھدی ولا کتاب منیر ۔ اس کے پاس علم نہیں ہے لڑنے پر آمادہ ہے۔جس کے پاس علم نہیں ہوگا وہ لڑنے پر آمادہ ہوگا لیکن میرے پروردگار نے سورۂ علق میں آواز دی:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم O اقرا باسم ربک الذی خلقOخلق الانسان من علقO اقرا و ربک الاکرمO الذی علم بالقلمO علم الانسان مالم یعلمO کلا ان الانسان لیطغیٰO ان راہ استغنیٰO ان الی ربک الرجعیٰ۔

حبیب! ہم نے جمے ہوئے نطفے سے انسان بنایا اور جب یہ مستغنیٰ ہوگیا تو لڑنے پر آمادہ ہوگیا۔

حبیب!ساری دنیا کو بتلا دے ہم نے جمے ہوئے نطفے سے انسان بنایا، اس کو پڑھنا سکھلایا۔اس کو لکھنا سکھلایا۔اس کو وہ بتلایا جو وہ جانتا نہیں تھا۔

اُس آیت میں کہا: جاہل ہونے کے بعد لڑتا ہے۔

اِس آیت میں کہا: عالم ہونے کے بعد لڑتا ہے۔عالم پر اعتبار بھی نہیں کرنا نہ معلوم کب جہالت پر اُتر آئے۔

تم پوچھو گے نا کہ علم کے آنے کے بعد طغیان؟ علم کے آنے کے بعد سرکشی؟ کیا بھول گئے؟

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیمO والفجرOولیال عشرO والشفع والوترO والیل اذا یسرO ھل فی ذٰلک قسم لذی حجرO الم ترکیف فعل ربک بعادO ارم ذات العمادO التی لم یخلق مثلھا فی البلاد O وثمود الذین جابوا الصخر بالواد O وفرعون ذی الاوتاد O الذین طغوافی البلادO

میں کس مرحلے پر تمہیں لے آیا۔ فاکثروا فیھا الفسادO فصب علیھم ربک سوط عذابO ان ربک لبالمرصاد۔

صبح کی قسم، رات کی قسم، جفت اور طاق کی قسم، گزرتی ہوئی رات کی قسم تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے۔

الم ترکیف فعل ربک بعاد۔ حبیب تو نے دیکھا کہ تیرے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیا کیا؟

التی لم یخلق مثلھافی البلاد۔ یہ لوگ وہ تھے جنہوں نے ایسی عمارتیں بنائی تھیں کہ پوری دنیا میں ایسی عمارتیں نہیں تھیں۔ قران کا یہ Message پہنچا؟...... اونچی اونچی عمارتوں والے قوم عاد۔

الم ترکیف فعل ربک بعاد۔ ارم ذات العماد۔ بڑی بڑی اونچی عمارتوں والی تعمیریں جنہوں نے کیں۔ التی لم یخلق مثلھافی البلاد۔ اور ایسی عمارتیں بنائی تھیں کہ دوسرے شہروں میں ویسی عمارتیں نہیں تھیں۔ تو ایک تو وہ ہیں جو اونچی عمارتوں والے ہیں۔

وثمود الذین جابوا الصخر بالواد اور ثمود کے لوگ پہاڑوں کو تراش تراش کے اس کے غاروں میں رہا کرتے تھے۔

ایک ہیں اونچی عمارتوں والے، دوسرے ہیں غاروں والے اور اب تیسری طاقت و فرعون ذی الاوتاد اور تم نے دیکھا حبیب کہ ہم نے فرعونوں کا کیا انجام کیا؟ جہاں چاہیں فوج بھیج دیں، جہاں چاہیں فوجی بیڑہ بھیج دیں الذین طغوافی البلاد۔

یہ وہ ہیں۔ جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی۔ شہروں میں قتل و غارت کی تو تمہارے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسا دیا۔ اس نے کل کے ظالم کو نہیں چھوڑا وہ آج کے ظالم کو بھی نہیں چھوڑے گا۔

یہ تھا سورۂ فجر اور اب سورۂ والشمس۔ کذبت ثمود بطغوٰھا۔ اذ انبعث اشقٰھاOفقال لھم رسول اللّٰہ ناقۃ اللّٰہ و سقیٰھاO فکذبوہ فعقروھا لا فدمدم

علیھم ربھم بذنبھم فسوٰھا○ ولا یخاف عقبٰھا۔

ثمود نے طغیانی کی، قوم ثمود نے سرکشی کی اور ہم نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ میں نے اسی منبر سے ایک جملہ کہا تھا اور وہ جملہ مجھ سے لیتے جاؤ۔ قران نے کہا ''فکذبوہ'' ثمود کے سارے لوگوں نے صالح کی نبوت کا انکار کیا اور ان سبھوں نے مل کر ناقہ صالح کی ٹانگیں کاٹ دیں۔ ''فکذبوہ'' سب نے انکار کیا۔

''فعقروھا'' اور سب نے مل کر ٹانگیں کاٹ دیں۔ کیا سب نے مل کر ٹانگیں کاٹی تھیں؟ ٹانگیں کاٹنے والا ایک تھا جس کا تاریخ میں نام لکھا ہے۔ قِیدار۔ تو کاٹنے والا ایک تھا لیکن الزام لگایا سب پر...... مالک یہ ہوا کیا؟......

کہا: کیوں کہ وہ سب راضی تھے۔ اس لیے جرم میں شریک تھے۔ اب جو بھی قتل علیؑ پر راضی ہو جائے وہ اس جرم میں شریک ہے۔

تو (قران کا) مزاج سمجھ میں آ گیا۔ سرکشی اگر مزاج میں ہے طغیان ہے۔ دیکھو قران کے ورق کو کھول رہا ہوں۔ اگر سرکشی مزاج میں ہے طغیان ہے اگر عمل میں ہے ظلم ہے۔

تو جو عقیدہ کی بنیاد پر قتل کرے وہ بھی ظالم ہے جو طاقت کی بنیاد پر قتل کرے وہ بھی ظالم ہے۔

قران کسی کو بخشتا نہیں ہے۔ آواز دی: بعداً لقوم الظالمین۔ ظالموں کی قوم دور رہے۔

اب جملے کو پلٹ رہا ہوں۔ جو ظالم ہو وہ دور تو جو معصوم ہو وہ قریب۔ اب میں اس لفظ کو اور آسان کر دوں جو ظالم ہو وہ دور جو عادل ہو وہ قریب۔

جو عادل ہو وہ اللہ سے قریب ہے یہی سبب ہے کہ سورۂ آلِ عمران کی اٹھارویں آیت میں آواز دی۔

شھد اللّٰہ انہ لا الٰہ الا ھو ۙ والملٰئکۃ و اولوا العلم قآئماً بالقسط۔

اللہ کے ایک ہونے کی گواہی وہ دیتے ہیں جو عدل پر قائم ہیں۔ ظالم سے تو عدل

کی گواہی بھی نہیں چاہیے۔

ظالم دور، عادل قریب اور عادل وہ جو توحید کی گواہی دے۔ تو جہاں عدل ہے وہاں علم ہے اور اب میرے نبی نے آواز دی علم نور ہے۔ جو عادل ہے وہ نور ہے جو عالم ہے وہ نور ہے۔

اب اس جملے کو ضائع نہ ہونے دینا۔ جہاں علم ہوگا وہاں نور ہوگا جہاں علم ہوگا وہاں عدل ہوگا۔ تو کیسے پتہ چلے کہ نور کیا ہے؟ کیوں کہ اگر نور کا پتہ چل گیا تو وہی علم ہے وہی عدل ہے۔ جب موسیٰ نے کہا: پروردگار مجھے اپنے آپ کو دکھلا دے۔

تو کہا: مجھے تو تم دیکھ ہی نہیں سکتے۔

کہا: میرے مالک! میری قوم کی ضد یہی ہے۔ وہ تجھے دیکھنا چاہتی ہے۔

کہا: اچھا موسیٰ **فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا و خر موسیٰ صعقا۔** (سورۂ اعراف آیت ۱۴۳) خدا نے اپنا نور دکھلایا پہاڑ کو۔ طور ٹوٹ گیا، موسیٰؑ بے ہوش ہوگئے، صحابی جل گئے۔ دیکھو میں اپنی طرف سے نہیں عرض کر رہا۔ اگر صحابی موسیٰؑ جیسے ہوتے تو ردِعمل دو نہ ہوتے۔ بات اور آگے بڑھا دوں۔

موسیٰؑ کے صحابی جل گئے۔ موسیٰؑ کے قریب ہیں، موسیٰؑ کے پہلو میں ہیں پھر بھی جلنے سے نہ بچے تو نبی کے ساتھ ہونا جلنے سے بچایا نہیں کرتا۔

نور آیا اور اس نور نے پتھر کو توڑ دیا۔ اس نور کو اگر تم پہچان گئے تو میری آج کی محنت سوارت ہوجائے گی۔ **فلما تجلی ربہ للجبل** جب اس کے رب کا نور آیا تو پتھر ٹوٹ گیا۔ تو ہمیں نہیں معلوم کہ یہ نور کیا ہے لیکن اتنا سمجھ گئے کہ جب یہ نور آتا ہے تو پتھر توڑ دیتا ہے۔ بھئی اللہ کا نور پتھر کو توڑ دیتا ہے تو اب تم سے پوچھنا چاہ رہا ہوں کہ کعبہ کی دیوار پتھر کی تھی یا مٹی کی؟

بس میرے دوستوں جہاں ظلم ہوگا وہاں طغیان ہوگا، سرکشی ہوگی، اکڑ ہوگی۔ فساد ہوگا اور جہاں عدل ہوگا وہاں اطاعت ہوگی، وہاں سجدہ ہوگا۔

یاد رکھنا جو طغیان میں ہیں وہی سرکشی کر رہے ہیں اور جو اطاعت کر رہے ہیں وہ سجدے میں ہیں۔ سجدہ شرافتِ انسانیت ہے۔

ذرا سا اقتدار آیا۔ ذرا سی طاقت آئی، ذرا سا فدائیوں کا ریج بڑھ گیا دماغ نہیں ملتے۔ فرعون فقط وہ فرعون نہیں تھا۔ اسے پہچانتے ہو؟ اتنا بڑا تو کوئی نہیں گزرا۔ اس لیے کہ اس کے نام پر بنی ہے فرعونیت! اور فرعون ایک نہیں ہے۔ کوئی اپنے گھر کا فرعون ہے، کوئی اپنے محلے کا فرعون ہے، کوئی اپنے شہر کا فرعون ہے، کوئی اپنے ملک کا فرعون ہے۔ کوئی پوری دنیا کا فرعون ہے۔

جہاں سرکشی ہوگی وہاں فرعونیت ہوگی اور جہاں اطاعت ہوگی وہاں سجدہ ہوگا۔ میرا یہ Message ہے بزرگوں کو نہیں نوجوانوں کو کہ سجدہ کرو اپنے اللہ کی قدر کرو۔ جس نے تمہیں زندگی دی، جس نے تمہیں نعمتیں دیں، جس نے تمہیں بقائے زندگی کے اسباب فراہم کیے۔ یہ جملہ میں نے کہا تھا کہ اللہ کی قدر کرو۔ اللہ نے شکایت کی ہے قرآن میں **وما قدروا اللّٰہ حق قدرہ**۔ (سورۂ انعام آیت ۹۱)۔ یہ عجیب لوگ ہیں جو اللہ کی قدر نہیں کرتے۔

پہچانتے ہو اللہ کو؟

اگر ایک چھوٹے سے انسان سے تمہارا جھگڑا ہو جائے۔ وہ کمزور اور چھوٹا انسان تھا غلطی پر تم تھے۔ لیکن اگر تم اپنی غلطی محسوس کر کے اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو: جناب مجھ سے غلطی ہوگئی آپ مجھے معاف کر دیجیے......

وہ کمزور ہے حقیر ہے کہے گا: نہیں جناب غلطی آپ سے نہیں ہوئی مجھ سے ہوئی۔ آپ مجھے معاف کر دیجیے۔

کیا ہوگا؟...... جتنا چھوٹا انسان اتنا ہی جھکے گا اور جتنا بڑا فرعون اتنی ہی اکڑ۔ دیکھ رہے ہونا! یہ ہلتی ہوئی چولوں والے، پتہ نہیں کل منتخب ہوں گے یا نہیں...... کتنی اکڑ رکھتے ہیں، ان کے میلان میں کتنی فرعونیت ہے؟

اب میں تمہارے سامنے ایک جملہ کہنا چاہ رہا ہوں۔ یہ اگر ناراض ہو جائے تو معافی

مانگنے سے راضی نہیں ہوتا، یہ فرعون، یہ سگِ دنیا۔ جو بھی ہو میں کسی ایک ملک کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ ہر ملک کی بات کر رہا ہوں۔ یہ سگانِ دنیا۔ جو میرے محمدؐ کی چوکھٹ سے دور ہیں۔

اب فرعون بیٹھا ہوا ہے اپنے تخت کے اوپر۔ آپ نے کہا: جناب غلطی ہوگئی معاف کر دیجیے گا۔ مزاج ہی نہیں ملتے منہ پھیر لے گا اس لیے کہ تھوڑی سی طاقت مل گئی ہے۔ راضی نہیں ہوگا۔

اللہ کا یہ احسان ہے۔ **یا سریع الرضا** !اے جلد راضی ہوجانے والے!......

اللہ سمجھ میں آیا؟! مالک الملک ہے، صاحبِ جبروت ہے، صاحبِ قدرتِ عظیمہ ہے، ساری کائنات اس کے کنٹرول میں ہے۔ ایک قدم اور بڑھ جاؤ۔

یا سریع الرضا اتنا طاقتور ہے کہ قومِ لوط کی زمین کو ساتویں طبقے سے اُکھاڑا ہے اور ساتویں آسمان تک بلند کیا ہے اور سات گھنٹے فرشتے اس کو لیے ہوئے کھڑے رہے اور پھر پلٹ کر رکھ دی۔

کیا قوت ہے اس پروردگار کی! لیکن کتنا جلد راضی ہوجانے والا ہے! کبھی ایک اشکِ ندامت پر راضی ہوگیا، کبھی ایک کلمۂ توبہ پر راضی ہوگیا، کبھی ایک سجدۂ بے اختیار پہ راضی ہوگیا...... اسے سجدہ کر کے تو دیکھو!

یہ سجدہ ہے کیا؟ ...... دیکھو تمہاری پوری انسانیت تمہارے سر میں ہے۔

ولقد کرمنا بنی آدم و حملنٰھم فی البر والبحر و رزقنٰھم من الطیبٰت و فضلنٰھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا۔ (سورۂ بنی اسرائیل آیت ۷۰)

ہم نے آدمؑ کی نسل کو، انسانوں کو بڑی عزت دی ہے۔

تمہیں کیا عزت دی؟...... تمہیں آنکھیں دیں، تمہیں کان دیے، تمہیں ہونٹ دیے۔ بولنے کے لیے تمہیں زبان دی ذائقہ چکھنے کے لیے، تمہیں دماغ دیا سوچنے کے لیے، تمہاری پوری انسانیت سر میں ہے۔

تم دیکھتے ہو سر سے، بولتے ہو سر سے، سونگھتے ہو سر سے۔ سنتے ہو سر سے، بات کرتے ہو سر سے، سوچتے ہو سر سے۔ ہر چیز تمہارے سر میں ہے یا نہیں؟......

تو شرافت انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ یہ پوری انسانیت اس کی بارگاہ میں رکھ دو۔

تو پوری انسانیت سر میں ہے۔ دیکھو سر سے، سونگھو سر سے، بولو سر سے، سنو سر سے، سوچو سر سے، فیصلہ کرو زبان سے، زبان سر میں ہے۔ تو پورے جسم میں سر سب سے اعلیٰ اور پورا سر ہے انسانیت کا نمائندہ۔ دھڑ دوسرے انسانوں جیسا ہے دوسرے جانداروں جیسا ہے۔ اب سر کی قیمت سمجھ میں آ گئی اور میرا نبیؐ علیؑ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا:

یا علی انت منی بمنزلت راس من الجسد یا علیؑ تو سر ہے میں دھڑ ہوں۔

میرے نبیؐ کہنا یہ چاہ رہے تھے یا علیؑ بولوں گا، تیرے ذریعے، سنوں گا تیرے ذریعے، فیصلہ کروں گا تو تیرے ذریعے، حلال تیرے ذریعے سے، حرام تیرے ذریعے سے اگر جنت میں بھیجوں گا تو تیرے وسیلے سے، جہنم میں دھکیلوں گا تو تیرے ذریعے سے۔

سجدہ سمجھ میں آ گیا؟..... سجدہ کرو۔ اپنے رب کو سجدہ کرو۔ یہ جو معراج ہے نا تم سمجھتے ہو کہ اللہ نے اپنے رسول کو آسمانوں میں بلالیا بڑا کمال ہوگیا۔ اگر آسمانوں میں بلایا جانا کمال ہوتا تو جبرئیلؑ تو رہتا ہی آسمانوں میں ہے!...... آسمانوں میں جانا کمال نہیں ہے اس لیے کہ ہم نے تاریخوں میں دیکھا کہ آسمان والوں کی تمنا ہے کہ وہ زمین پر جائیں۔ قران کہتا ہے کہ میں زمین پر جاؤں، ستارہ چاہتا ہے کہ میں زمین پہ جاؤں، چاند کہتا ہے کہ میں زمین پر جاؤں۔

''تطھیر'' کی آیت کہتی ہے کہ میں زمین پر جاؤں۔

''ولایت'' کی آیت چاہتی ہے کہ میں زمین پہ جاؤں۔

''ھل اتیٰ'' کا سورہ چاہتا ہے کہ میں زمین پر جاؤں۔

''جبرئیلؑ'' چاہتے ہیں کہ میں قران لے کر زمین پر جاؤں۔

''رضوان'' چاہتا ہے کہ میں درزی بن کر زمین پر جاؤں۔

توزمین پہ آنے کی تمنا سب کو ہے۔ آسمان پہ جانے کی تمنا کسی کونہیں تو اب یہ معراج ہے کیا؟ آسمانوں میں جانا کوئی کمال نہیں ہے۔

یہ بھرا ہوا مجمع جس کی تعداد کا احصاء ممکن نہیں اسے میں معراج کا فلسفہ ہدیہ کر رہا ہوں۔ **سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ**۔ ہم لے گئے اپنے بندے کومسجد سے مسجد تک......

معراج ہے مقامِ سجدہِ محمدؐ۔ کیا کمال کا سجدہ ہے۔ پوری کائنات کے سجدوں کو ایک ترازو کے پلڑے میں رکھ دو۔ یہ سجدہ پھر بھی گراں نکلے گا۔ کیا کمال کا سجدہ ہے۔ سورۂ علق کی آخری آیت اگر پڑھ دوں تو سجدہ واجب ہوجائے۔ اس لیے صرف ترجمہ کروں گا۔

حبیب! سجدہ کر اور مجھ سے قریب ہوجا۔ تو محمدؐ رسول اللہ سجدے میں جتنا اللہ سے قریب رہے اتنا قریب زندگی میں کبھی نہیں رہے۔

طے ہوگئی بات!...... میرے محمدؐ کے سجدے کا وزن سمجھ میں آ گیا؟ اگر سمجھ میں آ گیا تو میرے اس جملے کو یاد رکھنا۔ نماز کی معراج سجدے میں ہے تم جانتے ہونا! **الصلوٰۃ معراج المومن**۔ نماز مومن کی معراج ہے۔

سارے احکام میں نماز معراج ہے اور ارکان نماز میں سجدہ معراج ہے اور صاحب معراج سجدے میں ہے اور ایسی کیفیت میں حسینؑ آ کر پیٹھ پر بیٹھ گیا۔

نبی نے ایک مرتبہ کہا: **سبحان ربی الاعلیٰ و بحمدہ**۔ اللہ کے لیے اور جب محسوس کیا کہ میری پشت پر میرا نواسہ آن کے بیٹھ گیا تو اب مسلسل کہتے رہے

سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ، سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ۔ ستر مرتبہ کہا میرے نبی نے۔ ایک مرتبہ کہا تھا اللہ کے لیے میرے نبی نے اور ۶۹ مرتبہ کہا حسینؑ کے لیے۔

حسینؑ کے سبب سے **سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ**۔ سجدہ میں نبی کی پشت پر نواسہ ہے اور نبی اپنی نماز کو طول دے رہے ہیں اور قران نے آواز دی:

یا ایہا الذین آمنوا لاتہلکم اموالکم و اولاد کم عن ذکر اللّٰہ۔

(سورۂ منافقون آیت ۹)

اے ایمان لانے والو! کہیں تمہاری اولاد تمہیں ذکر خدا سے غافل نہ کر دے۔

یا رسول اللہ! آپ ہیں ذکرِ خدا میں اور اولاد آ کے بیٹھ گئی۔ اب ہوگا کیا؟

کہا: بھئی اگر یہ خود ذکرِ خدا نہ ہوتا!

میں نے حسینؑ کا نام لیا اور تمہاری صدائیں بلند ہوگئیں۔ اب میں کیسے تمہاری خدمت میں عرض کروں کہ کسی امام کا چہلم نہیں منایا جاتا سوائے حسینؑ کے۔ اس لیے کہ ہر امام کا وارث تھا کہ سوئم، منائے، چہلم منائے، ایصال ثواب کرے۔ لیکن سید سجاد کیا کرے؟

مقتل میں بے مقنع و چادر ماں بہنوں کو سنبھالے یا زنجیروں کو سنبھالے، طوق گراں بار کو سنبھالے یا باپ کا بے گور و کفن لاشہ دیکھ کر اپنے دل کو سنبھالے۔ راہ شام میں اونٹوں پر سے گرتے ہوئے ننھے بچوں کو سنبھالے یا دربار میں جانے سے انکار کرتی ہوئی پھوپھی کو سنبھالے۔ دربار میں اذان سن کر اپنے نانا کے دین کو یہ کہہ کر سنبھالے کہ بتا یزید یہ تیرے جد کی رسالت کی گواہی دی جارہی ہے یا میرے جد کی۔ اور قید خانے میں ننھی بہن کا لاشہ سنبھالے یا اپنے بابا کا سر سنبھالے۔ آخر سیّد سجاد کیا کیا سنبھالے؟!

الا و لعنت اللہ علیٰ قوم الظالمین۔

نوٹ

اپنے بچوں کیلئے یہ الیکٹرونک کاپی بنائی جسے دیگر حضرات بھی پڑھ سکتے ہیں

طالبِ دعا

سید نذر عباس